Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر اول و دوم معہ جلد ششم

تتمہ متضمن مسائل مذہب محدثین اہل السنۃ

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ مطابق ماہ جنوری و فروری ۱۸۹۴ء

شرح قیمت وغیرہ امور متعلقہ رسالہ

نمبر شمار	تفصیل خریداران بشرح مرتب	قیمت سالانہ بابت محصول	قیمت سالانہ بابت رسالہ
۱	اعلیٰ قیمت — ۱ اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس۔	روپیہ ۵	۷
۲	خاص قیمت — گورنمنٹ انگریزی موجز عہدہ داران گورنمنٹ و عمائد اہلیتا و لائبریری و مسافر خانہ	۴	۵
۳	عام قیمت — متوسط اہل حرفت۔	۳	۴
۴	رعایتی قیمت — کم دست جو دس روپیہ سے زیادہ ماہوار کی آمدنی نہ رکھیں اور رسالہ پیشگی داخل کریں	۲	۳
۵	بیوقت — جو دس روپیہ ماہوار کی آمدنی نہ رکھیں مگر علمیت رکھیں اور اشاعت کریں	نوازش فرما	دعا فرما

اشتہار

رسالہ منع الباری فی ترجمہ صحیح البخاری کے اب تھوڑے سے نسخے ہمارے پاس رہگئے ہیں اور غالباً ہمارے سوا اور کہیں نہیں ملینگے۔ ناظرین کو اسکی ضرورت کا وقت جلد آئیگا جبکہ فیصلہ آئندہ میں بضمن تجویز سوم مقدمہ جوابات مطاعن صحیح بخاری کا اسپر حوالہ دیا گیا ہے شاید اسوقت کوئی نسخہ کسی کے ہاتھ نہ ہو اور آفروہ ہو بچپائے لہذا جلد طلب فرمائیں قیمت بمحصول

مصباح الادلہ

اب اول کا کلمہ کے بھی اب تھوڑے سے نسخے ہمارے پاس رہگئے ہیں اور وہ بھی شاید اب دوسری جگہ نہیں ہیں اسکو خریدار ہی نہ ملنے پر قیمت بمحصول ارسال کرکے رسالہ طلب فرمائیں ایسا نہ ہو تحفۃ القارئین جیسی مفید و دلکش کتاب کی طرح اب وقت ہو چکنے والا ہے اسکو شائق بھی جلدی کریں قیمت بمحصول۔

اشتہار

شاعۃ السنۃ نمبر (۵و۶) جلد ہم کی چند جلدیں

مطبع مفید عام لاہور میں چھپا۔

جانتے ہین - صوفی - و عالم یا فقیہ و زاہد ایسے لوگون کو مواخذہ قیامت سے ڈرنا اور سوء ظنی سے بچنا زیادہ تر مناسب ہے - آیندہ اختیار ہر کس بصلاحیت خویش نکو میداند +

کیفیت سال اول و دوم و سوم سے - مین صرف انکا حساب جمع و خرچ دکھانا چاہتا ہون جو ممبران کمیٹی (انجمن اشاعۃ السنہ) کا مجھپر حق ہے سنہ ۶ مین جب یہہ رسالہ کمیٹی سے منتقل ہوکر میرے ملک تصرف مین آیا تو مجھپر پہلے حساب کا دکھانا واجب ہوا - مگر اس عرصہ تین سال تک عدم فرصتی نے کچھ کہنے نہ دیا - اب بھی مجھسے تو کچھ نہ ہوسکتا - میرے معزز دوست منشی محمد عبداللہ صاحب نقشہ نویس سپرنٹنڈنگ بلٹری آفس اور شیخ عبدالرحمن صاحب مجرد اشاعۃ السنہ نے کئی ہفتہ لگاکر حساب بنایا - تو اس فرض ادا ہونے کا دن آیا - مگر اس حساب کے پیش کرنیسے پہلے ایک تمہید کا عرض کرنا ضروری ہے جو اس سال کی اصول آمدنی و خرچ پر لوگون کو آگاہ کرے اور وہ یہہ ہے کہ یہہ رسالہ جون سنہ ۸۶ سے اخبار سفیر ہند کی ضمیمہ مین مُدغم ہونا شروع ہوا تھا - اپریل سنہ ۸۷ مین یہہ بنام رسالہ اشاعۃ السنہ موسوم ہوکر مستقل طور پر شائع ہونے لگا - اسکا خرچ طبع و اشاعت چند احباب کے ذمہ پر تھا جو انجمن اشاعۃ السنہ کے ممبر کہلاتے اور مختلف شرح سے چندہ دیتے - یہہ رسالہ گو بسبب قاعدہ ان ممبرون کی ملک تھا مگر اس سے کسی کا ذاتی فائدہ یا تجارتی قاعدہ پر نفع اوٹھانا مدنظر نہ تھا - اسکی چندہ آمدنی قیمت سے صرف اسکا جاری رکھنا مدنظر تھا - آیندہ سے مارچ سنہ ۹۰ تک اسکا اہتمام طبع و اشاعت حساب و کتاب منشی محی الدین کلرک محکمہ ریلوی نہر ہند کے ذمہ تھا - اور مضمون لکھنا میرے ذمہ - مارچ سنہ ۹۰ سے انہون نے نوکری و بیماری کے عذر سے اسکا اہتمام چھوڑ دیا تو وہ لون کا بار (یعنی مضمون نگاری) کا بوجھ مجھپر پڑا - جسکے سبب میری شبانروزی اوقات اسی رسالہ کی خدمت مین صرف ہونے لگے - اور میرے ذاتی تعلقات و اشغال معرض نقصان ہوئے - لیکن منشی محی الدین صاحب نے میرے ذاتی مصارف کو منجملہ مصارف رسالہ سمجھکر مجھسے مخفیہ طور پر ممبران انجمن ساکن روپڑ و لودہانہ راہون پنڈی مظفر گڈھ جلپور - بھوپال و غیرہ سے (جو اسوقت ممبر تھے - سہاب مین

مشورہ لیا - اور ان مصارف کے تقرر کے لیئے تین صورتون کو پیش کیا - (۱) بعض ممبرون کا چندہ ان مصارف کے لیئے خاص کیا جاوے اور اسکا حساب کمیٹی مین شامل رہے - (۲) اس مخصوص چندہ کا حساب بہی علحدہ کیا جاوے - (۳) مہتمم کو کل چندہ سے ذاتی خرچ نکالنے کا اختیار دیا جاوے - جسکی تعداد بیس روپیہ ماہوار سے کم نہو - پس اکثر ممبرون کے آراء کا اتفاق اسی تیسری صورت پر ہوا جسکے مطابق ایک حصہ ذاتی مصارف مہتمم کا بہی مصارف اشاعت رسالہ مین داخل ہوا -

آخر ۷۹ء تک اسی اصول پر سلسلہ جاری رہا مگر اس عرصہ اڈہائی سال مین انجمن سے رسالہ کو کچھ اثر و پہنچا نہ رسالہ سے انجمن کو جسکا بیان مفصل **کیفیت سالانہ جلد سوم** مین ہو چکا ہے - اور آثار طرفین کا مدار صرف مہتمم خاکسار رہا - اور آمدنی و خرچ مین بہی چندان فرق نہ آیا - اسلیئے مہتمم نے بلا ضرورت کمیٹی کے ماتحت حکومت رہنے اور بلا فائدہ باز پرس کا محل ہونے سے سبکدوش ہونیکے لیئے پرچہ اول ۸۰ء مین اس تجویز کو پیش کیا کہ اس رسالہ کو آیندہ کمیٹی سے کچہہ تعلق نہوگا - اور اسباب مین خاص طور پر بذریعہ خطوط بہی ممبران موجودہ انبالہ - شملہ - پنڈی - جبلپور - چناب - چھانگا مانگا - راہون - راونڈ - لودہانہ - کھوری مظفر گڈہ - میانمیر - وزیر آباد - وغیرہ سے (جو اسوقت سے پہلے انکاری نہو چکے تھے) مشورہ لیا گیا پس کل ممبرون نے (بجز دو ممبرون کے) اس تجویز پر اتفاق کیا جسکی مفصل کیفیت اشاعۃ السنہ نمبر ۲ و ۳ جلد ۳ مین اسیوقت شائع ہو چکی تھی - اور دونون دفعہ کے خطوط ممبران بھی ہمارے پاس موجود ہین جنکو کچہہ شک ہو وہ اصل خطوط ملاحظہ کر سکتے ہین - یہہ **تمہید حساب ہے** جو اس رسالہ کی مختصر تاریخ ہے - ؟ اب حساب عرض کیا جاتا ہے - مگر اس پرچہ مین ہم کل ممبرون اور خریدارون کی اسم وار آمدنی بتا نہین سکتے کیونکہ انکی تعداد دو سو نام کے قریب ہے جسکے لیئے کئی اوراق بکار ہین جو اس پرچہ مین خالی نہین رہے - اس پرچہ مین تینون سالون کی مجمل رقوم آمدنی بتائینگے - پرچہ آیندہ مین انکی تفصیل کر دینگے - انشاء اللہ تعالی -

نقشہ حساب جمع و خرچ اشاعۃ السنہ از اگست ۷۷ لغایت دسمبر ۷۹ء

سنہ جمع و خرچ	سنہ ۷۸ء	سنہ ۷۹ء	تفصیل خرچ
رقوم اجمالی جمع			
چندہ جات جو بنام مہتمم اشاعۃ السنہ آئے	۲۳۹-۲-۰	۲۱۳-۱-۵	
کاغذ فروختہ بمطبع اشاعۃ السنہ		۸۹-۱	
کاغذ فروختہ بمطبع گلدستہ			
اجرت کتابت جو بمطبع مذکور کمائی	۰	۰	
اجرت طباعت جو بمطبع مذکور کمائی	۳۰-۰-۰	۰	
خزانہ قدیم جو بمطبع مذکور کمایا			
محصول ڈاک	۴۳-۱-۹	۱۵۵-۹-۹	
ثمن کتب جو بمطبع مذکور فروخت شدہ	۱۸	۰	
بقایا جات سال گذشتہ			
آئندہ سال			

سنہ جمع و خرچ	سنہ ۷۸ء	سنہ ۷۹ء	تفصیل خرچ
رقوم اجمالی خرچ			
کاغذ خریدہ	۷۰۱-۱۴-۰	۱۰۰-۲-۹	
کاغذ خریدہ برائے گلدستہ		۲۰۴-۲-۱۲	
اجرت کتابت	۵۵-۱-۲۰	۱۱-۱-۱	
اجرت طباعت	۲۹-۲-۰	۴۰-۰-۰	
اجرت جلد	۱۰-۱۴-۰	۷-۰-۹	
خزانہ قدیم	۴۲۸-۰-۰	۳۶۰-۰-۰	
محصول ڈاک	۵۶-۲-۹	۵۶-۲-۹	
ثمن کتب جو بمطبع مذکور فروخت شدہ	۰	۲۵-۰-۳	
بقایا جات سال گذشتہ	۹۲-۲-۹	۱۰-۲-۰	
آئندہ سال			

۷۹ء + ۷۸ء ۔ ۷۷ء = ۷۷ء

۵-۶ ۹-۹ ۳-۳ ۹-۹ ۶-۹۳ ۸-۱۳

کے نام: قرار پایا مہتمم نے کمیٹی کو معاف کیا۔

قرآن کی اخلاقی تعلیم بمقابلہ انجیل

پادری صاحبان اپنی ذریات اور عام واقفون کو یہہ کہکر کہ "قرآن مین اخلاقی تعلیم نہین ہے - جو ہے سو یہی ہے کہ کافرون کو لوٹو اور مارو یا یہہ کہ عورتون سے مباشرت کرو" - اسلام سے بدظن کرتے ہین - اور اسکے مقابلہ مین انجیل کی اس تعلیم پر کہ دشمنون کو پیار کرو - اور جو تمہاری داہنی گال پر طمانچہ مارے اسکی طرف بائین گال بھی پھیر دو - پیش کرکے فخر کرتے ہین -

انکے اس فخر و اعتراض کے **دو جواب** ہین - اول یہہ کہ اخلاقی تعلیم کس کام آتی ہے جبکہ اعتقادی تعلیم نہو - ایک خوش خلق رحم دل لوگون کی گالیان بلکہ جوتیان کھاتا ہے اور رات دن لوگون کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتا ہے - پر وہ (دہریہ یا مذہب ہے) خدا یا اسکے رسولون کو نہین مانتا یا وہ خدا اور رسول کو اسطرح نہین مانتا جسطرح خدا و رسول نے کسی مذہب (مثلاً) محمدی یا عیسائی کے ذریعہ سے فرمایا ہے کیا وہ اس خوش خلقی کے سبب نجات کا مستحق ہے - ؟

اگر پادری صاحبان کے نزدیک وہ نجات کا مستحق ہے تو پہر پادری صاحبان کا دین عیسوی اور اعتقاد تثلیث و کفارہ کی تعلیم و ترویج مین جد و جہد کرنا سعی لاحاصل ہے - صرف خوش اخلاقی کی منادی کافی ہے اور اگر وہ صرف اخلاق کے سبب نجات کا مستحق نہین ہے اور اس نجات کیلئے درستی اعتقاد شرط ہے تو پادری صاحبان ہمکو یہہ بتادین کہ انجیل مین وہ اعتقادی تعلیم کیا ہے جو نجات کا سبب ہونے کی لائق ہے -

اکثر† **عیسائی** اعتقاد **تثلیث** یا ابنیت یا الوہیت مسیح اور **اعتقاد کفارہ** کو موجب نجات سمجھ رہے ہین - پس اگر انجیل کی اعتقادی تعلیم یہی ہے تو اسکا موجب نجات ہونا خیال و محال نظر آتا ہے مسئلہ تثلیث یا الوہیت یا ابنیت مسیح پر تو ہم پہر کسی موقع پر بحث کرینگے - اسمقام مین ہم مسئلہ **کفارہ پر بحث** کرتے ہین اور اپنے ہمعصر پادری صاحبان اور عامہ ناظرین کو بتلاتے ہین کہ مسئلہ کفارہ مین کسقدر صحت کا شائبہ ہے اور اسکا موجب نجات ہونا کیونکر متصور ہے -

پادری فنڈر صاحب نے کتاب مفتاح الاسرار کے دوسرے باب کے تیسری فصل مین مسئلہ کفارہ کی یہہ تقریر کی ہے

† اکثر کی قید اسلئے لگائی گئی ہے کہ فرقہ یونی ٹیرین تثلیث و الوہیت مسیح کے قائل نہین ہین -

چونکہ سب آدمی گنہگار ہین اور انسان اپنے تئین کسی طرح پاک نہین کر سکتا اور وہ طاقت نہین رکھتا کہ اپنے تئین کسی راہ سے گناہ و جہنم کے عذاب سے چھوڑا وے - اور خدا بھی اپنی تقدس اور پاکی کے سبب ناپاک آدمی کو قبول نہین کر سکتا - اور اسکو اپنی عدالت کے تقاضا کے موافق گنہگارون کو سزا دینا ضرور پڑتا ہے پر اپنی رحمت و محبت کے سبب یہہ بھی نہین چاہتا کہ آدمی لاچار رہکر ابدی ہلاکت مین داخل ہو - اسلیئے اسکی رحمت و محبت کی کثرت سے ازلی کلمہ نے اُتار لیا - اور یسوع مسیح مین انسانیت کی صورت پر ظاہر ہو کے مسیح نے گنہگارون کی واجب سزاؤن کو اپنے اوپر قبول کیا - اور اپنے دُکھ اور موت اور قیام اور صعود کے سبب ایمان دارون کو گناہ اور دوزخ کے عذاب سے چھوڑا کر ابدی نجات اور ہمیشہ کی نیکبختی انکے لیئے حاصل کی - اور اسی کتاب مین بصفحہ ۷۶ و ۷۷ کہا ہے از بس کہ انسان سب گنہگار ہین اور نہ کوئی آدمی نہ کوئی نبی اپنے تئین نہ اورون کو گناہ اور اسکی سزا سے چھوڑا سکتا ہے اور خدا بھی اپنی تقدس اور عدالت کے سبب بے بدلہ اور بے کفارہ معاف نہین کرتا - اور گناہ کا بدلہ اور کفارہ صرف اُسی شخص سے ادا نہین ہو سکتا ہے جو بندگی کے مرتبہ مین ہو - کیونکہ وہ جو خود بندہ ہے تو بندگی اسپر لازم ہوئی - پس وہ اورون کی جگہہ بندگی کر کے ثواب حاصل نہین کر سکتا - لہذا ضرور ہے کہ شفیع و نجات دینے والا کمال کے یعنے الوہیت کے مرتبہ مین ہو - پس اگر مسیح الوہیت کے مرتبہ مین نہوتا یعنی خدا کا بیٹا اور خدا نہوتا تو شفیع اور نجات والا بھی نہوتا -"

یہہ تقریر و اعتقاد اول سے آخر تک خلاف عقل و مخالف حق و صواب ہے اسکا موجب نجات ہونا کسیوجہ سے لائق تسلیم نہین ہے - **جو اسمین اولاً کہا گیا ہے** کہ گنہگارون کی عذاب و نجات کی نسبت خدا کی رحمت و عدل کا باہم تنازع ہے - رحمت یہہ چاہتی ہے کہ خدا تعالی انکو ابدی عذاب مین نہ رکھے - عدل چاہتا ہے - کہ وہ ضرور عذاب مین رکھے - یہہ محض غلط و مغالطہ ہے خدا کی رحمت و عدل مین ہرگز **تنازع** نہین ہے - اسکی رحمت ہرگز اس گنہگار (کافر یا مشرک) کی نجات کے متقاضی نہین جسکو دائمی عذاب کا عدل متقاضی ہے - اور اُسکا عدل ہرگز اس گنہگار (مومن فاسق) کے دائمی عذاب کا متقاضی نہین جسکی ہمیشہ کے لیئے معذب نہونے کی رحمت مقتضی ہے - اسکی رحمت اسی گنہگار (مومن فاسق) کی مخلصی کی

مقتضی ہے - جسکی مخلصی کے عدل اجازت دیتا ہے - اور اسکا عدل اسی گنہگار (کافر یا مشرک) کی دائمی عذاب کی متقاضی ہے - جس کے دائمی عذاب سے رحمت مانع نہین ہے -

اسکا سِرّ یا (عام محاورہ کے موافق) اصول یہہ ہے - کہ خداوند تعالی رحیم محض (یا مطلق) نہین ہے اور اُسکی رحمت ایسی عام و بی قید نہین ہے کہ وہ ہر محل مین ظہور کی متقاضی ہو بلکہ وہ رحیم با قید ہے اور اُسکی رحمت اسی محل مین ظاہر ہونے کی مقتضی ہے جہان عدل کی اجازت ہو - **وہ محل** گنہگاران اہل ایمان ہین - رحمت الٰہی ان ہی کی نجات کی مقتضی ہے - اور عدل انکی نجات کا مانع نہین ہے **کیونکہ** ان گنہگارون مین جیسی وصف مقتضی عذاب (گناہ کمتر از کفر) موجود ہے - اور اس وصف کے لحاظ سے عدل انکی سزا و عذاب کا تقاضا کرتا ہے - ویسی ہی وصف مقتضی نجات (ایمان بخدا و رسول) بہی موجود ہے - اس وصف کے لحاظ سے عدل انکی نجات و مخلصی سے مانع نہین ہے -

پہر یہہ نجات دو صورت سے ممکن و متصور ہے - عدل ان دونون سے مانع نہین ہے **اول** یہہ کہ گنہگار مومنون کو بعوض اور بقدر اونکے گناہ کی سزا دیکر آخر بلحاظ ایمان نجات دیجاوے اس صورت نجات سے عدل کا مانع نہونا تو ظاہر ہی ہے - اسصورت مین وصف مقتضی نجات و وصف مقتضی عذاب دونون کے مقتضا کا لحاظ پایا جاتا ہے اور عدل و رحمت دونون صاف طور

+ اسپر ہر ایک مذہب آسمانی مین (جو کافرون کو دائمی عذاب تجویز کرتے ہین **حتی** کہ مذہب عیسائی بہی جو منکرین تثلیث و کفارہ و بعث یا الوہیت مسیح کو جہنمی بتاتا ہے) شہادت پائی جاتی ہے - اور فطرت یعنے حالات محسوسہ موجودہ عالم دنیوی بہی اسپر شاہد ہے ہم صاف دیکہتی ہین کہ دنیا مین جب کوئی ایسا کام کرتا ہے جو اُسکے مقتضاء طبع کے مخالف ہوتا ہے (جیسے انسان کا زہر کہا لینا اور پرند جانور کا گہاس کہانا) یا مقتضائے وضع و اصول تمدن کے مخالف ہوتا ہے (جیسے کسی کو ناحق مار ڈالنا یا اُسکا مال لوٹ لینا) تو وہ دنیا مین ہلاکت یا عذاب مین مبتلا ہوتا ہے - یہان شان رحیمی خداوندی کہان متحقق ہوتی ہے؟ اگر خداوند تعالی رحیم محض ہوتا تو کسی انسان کو جو زہر کہا لے یا آگ مین کود پڑے ہلاک ہونے نہ دیتا - اور **اگر کہو** یہہ ہلاکت یا عذاب خدا کیطرف سے نہین ہے انسان نے اُسکو خود پیدا کیا ہے جبکہ اپنے اختیار و ارادہ سے اسباب و افعال ہلاکت کا ارتکاب کیا - **تو اولاً** یہہ کہنا تعدد خالق کا قائل ہونا ہے یا ممکن الوجود کو واجب الوجود سمجہنا - انسان کیسا ہی فعل مختار و کاسب و مباشر اسباب کیون نہو وہ اپنے کسی فعل و کسب و سبب مین فیضان خداوندی سے مستغنی نہین ہے - اسکا فعل مختار و کاسب ہونا اسی معنی کر

پر متحقق ہین۔

دوسری صورت یہہ کہ گنہگار مومنون کو عام معافی دیجاوے اور بلا سزا انکی بخشش و نجات ہو اسمین انکی وصف مقتضی نجات (ایمان) کا لحاظ کیا جاوے۔ وصف مقتضی عذاب (گناہ کمتر از کفر) کا لحاظ فروگذاشت ہو۔ اسصورت مین گو بظاہر مجرم کو بلا سزا چہوڑنا اور اُسکی وصف مقتضی عذاب کا لحاظ نکرنا خلاف عدل معلوم ہوتا ہے مگر نظر غور سے دیکہا جائے تو یہہ امر خلاف عدل نہین ہے۔ خلاف عدل تب ہوتا جبکہ بلا وجہ مجرم کو چہوڑا جاتا۔ اور بلا سبب) اُسکی وصف مقتضی عذاب کا لحاظ ترک کیا جاتا۔ مگر یہان یہہ امر بلا وجہ نہین ہوا اس مجرم مین اس وصف مقتضی عذاب کے مقابلہ مین ایک مزاحم قوی دوسری وصف مقتضی نجات ایسی پائی جاتی ہے۔ کہ وہ بحکم عدل وصف مقتضی عذاب پر ترجیح و غلبہ رکہتی ہے۔ اور اُسکے مقابلہ مین اسکا لحاظ نکرنا اور اُسکو اسپر ترجیح دینا بی وجہ و خلاف عدل نہین ہے۔

عدل ایسے مجرم کی سزا دہی کو جسکا گناہ اسکی اطاعت سے کمتر ہو اور اُسکی اطاعت اسکے گناہ سے بڑہکر واجب نہین

ہے کہ اسمین اختیار و کسب خداوند عالم کیطرف سے رکہا گیا ہے جو حجر و شجر مین رکہا نہین گیا۔ نہ اس معنی کر کہ وہ اختیار و کسب کا خود پیدا کرنیوالا ہے اور وہ بہی کچہہ حصہ خالقیت رکہتا ہے ثانیاً پیدائش کو کوئی نہ سمجہے تو ہم اسکے سمجہانے کو اور مثالین پیش کرتے ہین جنمین ظاہری اختیار و اسباب کی مباشرت پائی نہین جاتی۔ دیکہو بہت سے بچے مادر زاد اندہے و اپاج پیدا ہوتے ہین بہتیرے بچے سخت امراض سے معذب ہو کر ہلاک ہوتے ہین لاکہون چیونٹیان وغیرہ حیوانات لوگون کے پاؤن کے نیچے دب کر مر جاتے ہین۔ یہان ظاہری اختیار و مباشرت اسباب کہان پائی جاتی ہے تاکہ ان مخلوقات کو اپنی ہلاکت کا خالق قرار دیا جاوے۔ اسمین کوئی ہندو یا اور کوئی قائل تناسخ یہہ کہے کہ یہہ پچہلے جنم کی ارتکاب کی سزا ہے تو اسمین اولاً خدا کیطرف سے سزا دینے کا اقرار ہے۔ جو ہمارے اصل اس مدعا کا کہ خدا رحیم محض نہین ہے وہ گنہگارون کو سزا بہی دے سکتا ہے مؤید ہے۔ ثانیاً اسپر یہہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اگر خدا تعالی رحیم مطلق ہے تو اُسنے ایسی اسباب کو کیون پیدا کیا۔ جنکی مباشرت سے انسان اس جنم مین یا بزعم ہنود و تناسخیہ پچہلے جنم مین سزا پانے کی لائق ہوا **بالجملہ** لوگون کا دنیا مین باختیار و بلا اختیار انواع تکلیف مین معذب ہونا صاف یقین دلاتا ہے کہ خداوند تعالی رحیم محض نہین ہے۔ بلکہ رحیم ہونیکے ساتہہ عذاب کنندہ بہی ہے۔ لقد صدق

ٹھہراتا بلکہ بمقتضائے قاعدہ ترجیح راجح اسکو گناہ کبیرہ از کفر کو لحاظ اسکی اُس کے (یعنی ایمان کے جو اس الطاعات ہے) بلا سزا بخشدینا اور معاف کرنا جائز رکھتے ہے اس امر کو مسلمان تو مانتے ہی ہین جو بحکم ان آیات واحادیث کے جنمین یہہ بیان ہے کہ شرک یا کفر سے کبیرہ گناہون

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ؛

خدا جسی چاہے بخشدے - یہہ اعتقاد رکھتے ہین کہ کفر سے کبیرہ گناہ کی بلا سزا ہی بخشش جائز و متوقع ہے

عیسائی بھی (انصاف اختیار کرین اور ہٹ دہرمی سے انکار کرنیوالے نہین) تو اسی بات کو مدار نجات سمجھتے ہین سچ پوچھو تو اُنکے کفارہ مجوزہ کا اصل و اصول یہی بات ہے وہ کفارہ کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ جو شخص مسیح کے کفارہ ہونے پر ایمان لاوے وہ خواہ کتنا ہی گنہگار ہو اس اعتقاد حامل ان کفارہ کے عوض و لحاظ سے نجات کا مستحق ہے - اور یہہ بعینہ وہی بات ہے جو ہمنے صورت دوم مین کہی ہے کہ گنہگار مومن (خواہ کفر سے کمتر کتنا ہی گناہ کرے) ایمان کے بدلے عفو و نجات کا مستحق ہے عدل اسکے عفو و نجات کا مانع نہین ہے -

اس بیان سے ثابت ہوا کہ جو اس تقریر کفارہ مین اور کہا گیا ہے کہ گنہگارون کی نجات و خدا کی نسبت خدا تعالی کی عدل و رحمت کا باہم تنازع ہے یہہ محض غلط و خیالی ہے - ایسا ہی جو اس تقریر مین آخر آیا ہے اور اس تنازعہ عدل و رحمت کا فیصلہ کیا ہے وہ اور بھی غلط و سخت مغالطہ ہے اور اس عربی مثل مشہور کا مصداق ہی جسکا مطلب یہہ ہے - کہ ایک شخص مینہہ سے بھاگا

فر من المطر وقام تحت المیزاب اور پرنالہ کے نیچے آکھڑا ہوا -)

اس فیصلہ مین عیسائیون نے خدا کی طرف سے یہہ فیصلہ کیا ہے کہ عدل کا حق تو یہہ کہ ہمارا کیا ہے کہ ہم تیری مقتضا سے درگذر نہین کرتے اور گنہگارون کو بلا سزا نہین چھوڑتے اگر گنہگارون کی سزا اپنے آپ بھگتے مین (چنانچہ مسیح کو اور تمام دوزخ خود کھینچنے کا لازمہ ہے) یا پنجہ فرزند ارجمند کے سر پر تڑی تیز

من تاذ ان ربک شدید العقاب وانہ لغفور الرحیم - (اطال تناسخ کی نسبت ہم پہلے ہی دو عمدہ دلیلون مین رد کر چکے ہین اور عنقریب ہم انہین بحث کرینگے اور اس کا ابطال عمل مین لاوینگے - ۱۲

(چنانچہ مسیح کو صرف خدا کا بیٹا کہنا چاہتا ہے) اور رحمت کا یون گھر پورا کر دیا کہ ہم تیری مقتضاء سے بھی درگذر نہین کرتے گنہگارون کو عذاب سے سبکدوش کر کے بہشت مین داخل کرتے ہین - **مگر ان خواہ مخواہ کے وکیلون** نے یہہ نہ سمجھا کہ اس فیصلہ مین عدل و رحمت دونون ٹوٹ گئی - نہ عدل کی داد دیگئی - اور نہ رحمت کی حق رسی ہوئی - عدل تو یون ٹوٹا کہ مجرم بلا سزا چھوٹا رحم یون اوڑا کہ گنہگار کا بوجھ بیگناہ کے سر پڑا - پھر وہ بیگناہ اگر خدا کا بیٹا ہے تو اس سے بڑھکر کیا بی رحمی ہے کہ مجرم کا گناہ اپنے بیگناہ فرزند پر ڈالا - اور مجرم کو بہشت مین اور فرزند کو دوزخ مین داخل کیا - اور اگر وہ بیگناہ (جسنے مجرمون کا بوجھ لیا) خود خدا جل و علی ہے تو یہہ بی رحمی و ظلم سے بڑھکر سفاہت و جفا ہے - کوئی عاقل یہہ تجویز کر سکتا ہے کہ جو پادشاہ مجرم کو بلا سزا چھوڑ دینا خلاف عدل سمجھے وہ اسکے جرم کی سزا اپنے آپ پر جاری کرے اور اسکے عوض مین اپنے مونھ پر ایک دھپڑ یا جوتا مارلے تاکہ اُسکا قانون عدل جزا و سزا دینے کا نہ ٹوٹے - مین یقین نہین کر سکتا کہ عیسائیون کے سوا کوئی عاقل ایسی تجویز کرے -

اس بیان سے ثابت ہوا کہ جس اعتقاد کفارہ کو عیسائی موجب نجات سمجھتے ہین - اسکا موجب نجات ہونا خیال و محال ہے - پس اگر انجیل کی اعتقادی تعلیم یہی ہے تو اس اعتقادی تعلیم کے ساتھ اخلاقی تعلیم انجیل کس کام آتی ہے - جسپر عیسائی فخر کرتے ہین - اور اسکی نظر سے انجیل کو قرآن پر ترجیح دیتے ہین -

دوسرا جواب یہہ کہ جسقدر اخلاقی تعلیم انجیل مین ہے وہ سب کی سب قرآن مین موجود ہے - کوئی ایک مسئلہ بھی اخلاقی ایسا نہین جو انجیل مین ہو اور قرآن مین نہو - جو اسکے خلاف کا مدعی ہے وہ کوئی ایک مسئلہ بیان کرے - اور ہمسے اسکا جواب لے -

قرآن مین اسکے علاوہ بیان اخلاق مین یہہ رعایت بھی ہے کہ اس سے سیاست و انتظام عامہ خلائق مین فرق نہ آجاوے بخلاف بیان اخلاقی انجیل کے کہ اسمین اس امر کی رعایت نہین ہے -

پہلے ہم اون اخلاق کو بیان کرتے ہین جو قرآن مین ویسے ہی مذکور ہے جو انجیل مین مذکور ہین - پھر قرآن کی

اس رعایت خاص کو بیان کرتے جو انجیل مین ملحوظ نہین ہے۔

سورۂ نسا مین ہے - خدا کو پوجو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نکرو - اور مان باپ سے نیکی کرو اور قرابتیون سے اور نزدیکی ہمسایہ سے - اور دور والے ہمسایہ سے - اور ہم پہلو صحبتی سے - اور مسافرون سے - اور اپنے غلامون سے خدا اس سے خوش نہین جو تکبر اور فخر کرتے ہین -

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا (نساء ع ۶)

اور **سورۂ انعام** مین ہے - اپنی اولاد کو فقیری کے خوف سے قتل نکرو - تمہین اور انہین ہم ہین رزق دینے والے - اور کھلی اور چھپی بیحیائی کے نزدیک مت جاؤ - اور کسی جان کو ناحق نہ مارو - اور یتیم کے مال کے پاس نجاؤ مگر اچھے طور سے جبتک کہ وہ جوان ہو اور ماپ اور تول پورا کرو - ہم کسی کو اسکی طاقت سے باہر حکم نہین دیتے - اور جب بات کہو حق کہو اپنی قرابتی پر کیون نہ پڑے - اور خدا کے عہد کو پورا کرو - خدا تمکو یہ نصیحت کرتا ہے - تاکہ تم نصیحت مانو -

ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاہم ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذلکم وصکم بہ لعلکم تعقلون ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن حتی یبلغ اشدہ واوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعہا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی وبعہد اللہ اوفوا ذلکم وصکم بہ لعلکم تذکرون (انعام ع ۱۹)

اور سورہ **بنی اسرائیل** مین ہے قرابتیون کو انکا حق دو اور مسکینون اور مسافرون کو اور فضول خرچی مت کر فضول خرچ شیطان کے بھائی ہین -

وآت ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا (بنی اسرائیل ع ۳)

اب قرآن کی اس رعایت خاص کو بیان کیا جاتا ہے جو اخلاقی تعلیم مین اسنے کی ہے - اور وہ

وہ آواز کہ ہیچر صاحبوں کا مضمون ہے
ہمکو ضرورت ہے۔ میں قیمت سے وہ پرچہ بھیجے
کسی نے دیا ہے اُس قیمت سے زیادہ ہم اُسکو
دینگے یعنی ہر ۔ والا خریدکو ۔ ۔ ۔ والا کہ مضمون
وہ پرچہ دینا منظور ہو وہ ہمکو بذریعہ تار ڈاک
دیوے۔ پھر بعد مطالبہ روانہ کریگا۔

اشتہار

پرچہا شاعۃ السنۃ سنین گذشتہ اجتماعیت
اس سے زیادہ مقتضی کیا ہوگی کہ اب ہم خود بعض
پرچوں کی ہوئی قیمت سے زیادہ قیمت دیکر خریدار ہیں
جنکو پچھلے پرچوں کا شوق ہو وہ چند جلدیں جو
جو ہمارے پاس ہیں جلد زیر کریں ورنہ تھوڑے زمانہ
میں وہ رفو نہ پاوینگے اور شائقین کے ہاتھ آئینگے

تفصیل اجلاد موجودہ قیمت

جلد اول شاعۃ السنۃ جسمیں نمبر ۱ تا نمبر ۱۲ شمارہ
ہی شامل ہیں اور انمیں مسائل مشہورہ اشتہارات
۱۸۸۶ء کے پرچوں کا شمار ایک ہی جلد میں ہے
جلد دوم کہ جسکے شروع میں جنیوری ۱۸۸۷ء کا
بحث ہے اُسکے بعد نمبر پورے کے حوالہ آخر نمبر ۱۲ کا
کامل ایک ہی ہے۔ قیمت ۱۰ ان تینوں جلدوں کا
کو بوجہ نصف معاف ہوگی جلد سوم و چہارم نصف کے لیئے

سنہ ۱۸۸۸ء شمارہ ۱ تا نمبر ۱۲ ہیں ۱۲ نمبر
۱۸۸۹ء ۱۲ نمبر ہیں جلد ۱۸۸۸ء جو پوری قیمت
دیکر منگاوے اور جلد ۱۸۸۹ء پر بعد کر چوتھائی دیگا۔
جلد چہارم کے پورے نمبر ۱۲ ہیں قیمت فی نسخہ ۱۰ سہی
جلد ۱۸۸۹ء خریدکو انہیں سے بھی بموجب قیمت معاف ہے

ناشر سید محمد حسین۔ لاہور۔ محلہ سید ٹھٹھہ

اشتہار

چونکہ ولادت مسیح نے لوگوں کو خیالات کو پیچ و
تاب میں ڈالا ہے۔ تہذیب نیاز مندانہ بنظر فائدہ
عوام صحیح آیات قرآنی سے بی پدر ہونا حضرت مسیح
کا ثابت کیا ہے۔ اور عقلی بحث بھی کی گئی ہے سید
احمد خانصاحب کی ہر ایک بات کا کیا عقلی و نقلی
تہذیب سے دیگا۔ غرض کہ رسالہ قابل مطالعہ
ہے قیمت فی جلد ۱ محصول ۱۰ دس جلد کے خریدار
کو محصول معاف ہے۔ بیس جلد کے خریدار کو ایک
نسخہ علاوہ برآن ملیگا۔ درخواست حسب نشان ذیل ہم
القسم مؤلف رسالہ غلام اللہ کو سوچی دروازہ
مدرسہ امروہہ۔

اڈیٹر تہا ہے مہینے اس۔ اکو اول سے آخر تک

سنا۔ یہ کثر شاعۃ ہے۔ نہ خاصہ ہے۔ اور نہ کلام
مالکی ہم عوام ہے۔ عوام کو کیا پڑہنے سے فائدہ ہوگا

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

انجیل میں نہیں۔

(۱) **انجیل** میں کہا ہے کہ اگر کوئی تجھے دہنی گال پر طمانچہ مارے تو بائیں گال پھیر دے۔ (متی ۵: ۳۹)

قرآن میں یہ بات بھی کہی ہے کہ بدی کو معافی کر دینا چاہئے۔ سورہ **شوریٰ** میں فرمایا ہے۔

وجزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ۔ ان اللہ لا یحب الظّٰلمین ۝ ولمن صبر وغفر ان ذالک لمن عزم الامور (شوریٰ ع ۴)

برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ پر جو معاف کر دے اور درستی کرے اسکا اجر خدا پر ہے۔ خدا ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور فرمایا جو صبر کرے اور معافی دے تو یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔

اور **بقرہ** میں حکم قصاص کے بیان میں کہا ہے کہ جسکو اپنے بھائی سے خون معاف ہو جاوے

فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف وادآء الیہ باحسان (بقرہ ع ۲۲)

وہ اچھی طرح سے خونبہا ادا کرے۔ اور وارثان مقتول اچھی طرح سے مطالبہ کریں یہاں بھائی کہنا صرف اسی ترغیب کے لئے ہے کہ سب بھائی سمجھکر معاف کر دیں۔

مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جو تم پر زیادتی کرے تم پر تو ویسی ہی زیادتی کرو۔ اور فرمایا کہ تمہارے لئے قصاص کا حکم ہے اصیل بدلے اصیل کے غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے۔

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم (بقرہ ع ۲۲)

کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی (بقرہ ع ۲۲)

اندرونی قسم کے احکام کے بیان میں عام سیاست انتظام بھی پائی جاتی ہے۔ اور اخلاقی تعلیم بھی موجود ہے۔ ظالم کو بدلہ کا ڈر سنا دیا۔ اور نیکوں کو معافی کا حکم دیا۔ اسمیں یہ فائدہ ہوا کہ ظالم خوف سزا دہ سے رکیگا۔ اور نیکوں کو معافی کا حکم دیا گیا۔

بخلاف تعلیم انجیل کے کہ اسمیں اخلاقی تعلیم تو ہوئی مگر ظالم کو ظلم سے روک نہ ہوئی بلکہ ظلم کرنے کی جرأت دلائی گئی جب وہ دیکھیگا کہ مظلوم نے ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال پیش صرف کر دی ہے۔ تو وہ بے دھڑک ہر کسی کو مارتا پھرے گا۔ یہاں تک کہ ایکدن وہ بھی کسی کے ہاتھ سے

سے مارا جاویگا - اسمین نہ صرف ایک ظالم کا بگاڑ ہے - یا اس مظلوم کا ظاہری نقصان ہے بلکہ کل عالم کا بگاڑ و نقصان متصور ہے - اسی نظر سے قرآن اپنی اس حکیمانہ اور دورخی تعلیم پر فخر کیا ہے - اور

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب (بقرہ ع ۲۲)	حکم قصاص کا یہہ بھید بتایا ہے کہ اس حکم مین تمہارے لیئے زندگانی ہے -

اور سورہ حج مین فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالی لڑنے کے بدلے لڑنے کا حکم دینے سے ایک کو دوسرے

ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومسجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا - (حج ع ۶)	سے نروکتا تو صومعے اور کنیسے اور چرچ اور مسجدین جنمین خدا کا نام لیا جاتا ہے سب کے سب گرجاتین -

(۲) انجیل مین کہا ہے کہ جو تجھے عدالت مین لیجائے اور تیرا چوغہ مانگے تو اسی کوٹ بھی دیدے اور جو تجھے ایک میل بیکار لیجائے تو دو میل اسکے ساتھ جا - (متی ۵ - ۴۰ و ۴۱)

اس حکم سے گر یہہ مراد ہے کہ ظالم کے آگے دب جا تو اسکی نسبت قرآن کا فیصلہ پہلے حکم مین آچکا ہے کہ بالکل ایسا دبے کہ پھر ظالم سر نہ اٹھانے دے - اور نہ بالکل اسکے مقابلہ کیلئے کھڑا ہو رہے - اور اگر اس سے صدقہ و خیرات مراد ہے تو قرآن نے یہہ امر بھی سکھایا - اور مومنون کی تعریف مین صاف

ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم المفلحون (حشر ع ۱)	فرمایا ہے کہ وہ اپنی جانون پر اورون کو مقدم کرتے ہین - اگرچہ وہ فاقہ مین مبتلا ہون - اور جو نفس کی حرص مال سے بچایا گیا وہ نجات پانے والا ہے -

مگر ساتھ ہی اسکے یہہ بھی فرمادیا ہے کہ تو اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ لے پھر تجھے ملامت کرینگے

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا (بنی اسرائیل ع ۳)	(یعنی بخیل کہینگے) اور نہ سبھی پھیلا دے تاکہ تو خالی ہاتھ بیٹھ رہے -

اسمین بھی اعتدال و انتظام عام کی رعایت ہے جو انجیل کی تعلیم مین نہین ہے -

(۳) انجیل مین کہا ہے کہ تو دشمن کو پیار کر انکے لیئے برکت چاہ جو تمہین لعنت کرین (متی ۵ - ۴۴)

قرآن مین بہی صاف فرمایا ہے کہ نیکی اور بدی برابر نہین تو بدی کو نیکی سے روک پہر جو تیرا دشمن ہے وہ کرم جوش دوست ہو جائیگا۔ اس ہدایت گو وہی لوگ لیتے ہین جو صابر ہین۔ اور بڑے نصیب والے ہین۔

ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینک و بینه عداوة کانه ولی حمیم و ما یلقٰها الا الذین صبروا و ما یلقٰها الا ذو حظ عظیم۔ (حم السجدہ ع ۵)

مگر اسمین بہی اس اعتدال و انتظام عام کی رعایت ہے جو پہلے حکم مین بیان ہو چکی ہے۔ کہ نہ ہر ایک دشمن کے آگے جھک جاوے۔ نہ ہر ایک سے مقابلہ کرے۔ نرمی بہی کرے۔ اور سختی سے بہی ڈراتا رہے۔ اسی تعلیم کے موافق ایک دانشمند نے کہا ہے۔ ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است + چو رگزن کہ جراح و مرہم نہ است

اس مضمون کو دیکہکر عیسائی انصاف کرینگے تو پہر اخلاقی تعلیم مین انجیل کو قرآن پر ترجیح نہ دینگے بی انصافی و ہٹ دہرمی کرین تو اسکا علاج نہین۔

تبصرہ

اس مقام مین جو ہمنے اخلاقی تعلیم مین انجیل کا نقص بیان کیا ہے یہہ بمقابلہ تعلیم قرآن نقص ہے ورنہ بجائی خود قطع نظر مقابلہ تعلیم قرآن سے وہ بہی کمال ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ جس موقعہ پر اور جس زمانہ مین اور جن اشخاص کی نسبت وہ حکم ہوا تہا۔ (اگر وہ ٹہیک حکم الٰہی اور تبدیل و تحریف سے محفوظ ہے) اسوقت زمانہ و اشخاص کے لیئے وہی حکم مناسب و باکمال ہو۔ اسوقت کے لوگ سختی کے مقابلہ مین سختی کرنے سے منفعل نہوتے ہونگے۔ بلکہ اسپر اور اولجہتے ہونگے یا اسوقت مسیح علیہ السلام کو سختی کرنیکا موقع نہ تہا۔ اسلیئے سختی پر محض نرمی و معافی کو اختیار کیا۔ لہذا اسوقت اسی حکم مین کمال تہا۔ تعلیم قرآنی مین اسکے مقابلہ مین یہہ کمال ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر موقع اور ہر شخص کی نسبت مناسب حکم کے متضمن ہے۔ اسلیئے قرآن کے مقابلہ مین اس تعلیم انجیل پر نقص کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ تعلیم انجیل بجائے خود کمال سے خالی نہین ہے۔؟

یہ بات ہمیشہ جتائی گئی ہے۔ کہ کسی نبی یا کتاب آسمانی کی تعلیم کو (خدا کے سوا) صرف مطلق ناقص و خالی از حکمت کہنا منافی ایمان و تسلیم ہے جو لوگ ایکدو سہ کر مقابل و مناظر اس بات کو نہیں جانتے وہ اپنے نبی یا کتاب کی ترجیح و تعریف کے وقت بلا تمیز و تفصیل مخاطب کو کہدیتے ہیں کہ تمہارے نبی یا کتاب میں یہ عیب و نقصان ہے۔ اور ہمارے نبی یا کتاب میں یہ خوبی و کمال اور وہ یہ بھی نہیں خیال کرتے کہ اچھی نبی یا کتاب کی ایسی تعریف جسمیں دوسرے نبی یا کتاب کی ہتک پائی جاوے بالاتفاق حرام ہے۔

القاب مذہبی

ہمارے زمانہ میں اور جو اسکے قریب قریب گذرا ہے۔ جب بچے ہوش سنبھالتے ہیں تو انکے دیندار والدین انکو یہہ سوال و جواب تلقین کرتے ہیں۔

سوال جواب سوال جواب سوال جواب

تم بچے کیسے ہو۔ الحمدللہ کے۔ تمہارا کیا مذہب ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی مذہب ہے۔ (اہم مطلب یہ ہے) آخر اس تلقین کا اثر و نتیجہ یہہ پیدا ہوا کہ امام مذہب کا ماننا ایسا جزو ایمان سمجھا جاتا ہے جیسا خدا و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ماننا و بنا بر علیہ عام خیالات میں حنفی یا شافعی (جہاں شافعی رہتے ہوں) کہلانا فرض سمجھا جاتا ہے۔ اور جو حنفی شافعی نہ کہلاوے وہ لامذہب بنتا ہے۔ لکے مقابلہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی مذہب مشہور کیطرف منسوب ہونا اور حنفی یا شافعی کہلانا ضروری نہیں سمجھتے۔ صرف مسلمان یا محمدی کہلانا کافی خیال کرتے ہیں۔ انمیں بعض تو حنفی و شافعی کہلانے کو بدعت و شرک بھی کہتے ہیں۔

(نوٹ اول) حنفی شافعی کہلانے کو بدعت و شرک کہنے کے مقابلہ میں) محمدی المذہب کہلانے کو کفو سمجھتے ہیں اور یہہ کہتے ہیں کہ مذہب (چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے) اسطرح کا ہے جب کوئی شخص اپنے فہم و رجحان سے نکالیں اور بنا قواعد عقلیہ مقرر کرکے انکے موافق ادلہ شرعیہ سے مسائل نکالکر انکا طریق مقرر

کر دین اہمین خطاو صواب دونوں کا احتمال ہے۔ اسلیئے اسکو خدا اور رسول کی طرف منسوب نہین کیا جاتا"

اس اختلاف القاب کا یہہ اثر پیدا ہوا ہے کہ اسلام کے دو حصص ہوگئے۔ اور مسلمانون کے دو گروہ باہم مخالف بن گئے جو ایک دوسرے کے دینی و قومی کامون مین (جنکو اسلامی و قومی کام نہ سمجھکر) خلل انداز ہوتے ہین۔ وہ مدرسہ بنانا چاہتے ہین تو یہہ فراہمی چندہ کے مزاحم ہوتے ہین۔ اگر وہ مسجد بنانا چاہتے ہین تو یہہ بننے نہین دیتے۔ بن جائے تو اُسپر مسجد ضرار ہونے کا فتوی لگاتے ہین۔ اور اپنی مسجدون مین انکو نماز نہین پڑھنے دیتے۔ یہہ اُنکے قومی و دینی کامون مین اسی تفصیل سے رخنہ اندازی کرتے ہین۔

اس مضمون مین فریقین کی نصیحت مدنظر ہے۔ اور جانبین کی خدمت مین برادرانہ التماس ہے کہ فریقین اپنی اپنی حالت ضعف و تنزل پر رحم فرماوین۔ اور اس افراط سے باز آوین۔ اور اسمضمون کو غور سے پڑھکر یقین فرماوین۔ کہ حنفی یا محمدی کہلانا ایسے جرائم سے نہین جنپر یہہ احکام و آثار مخالفت مرتب کیئے جاوین۔

پہلے ہم اپنے عینی[1] بھائیون اہلحدیث کیخدمت مین (جو محمدی کہلاتے ہین) ملتمس ہین کہ سہی اشخاص سلف سے خلف تک جو حنفی شافعی کہلاتے چلے آئے ہین۔ اس حنفی شافعی کہلانے کو جزو ایمان و داخل اسلام نہین سمجھتے بلکہ صرف ان ائمہ سے بعض مسائل مین موافقت رائے کیوجہ سے انکی طرف منسوب ہین۔ اور صرف اس نسبت کی تمیز کیلیے حنفی شافعی کہلاتے ہین۔ اس لقب و انتساب مین وہ محمدی ہونیسے انکاری نہین۔ اور نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین یا سنت کی پیروی سے عاری ہین۔ بلکہ اتباع محمدی کو وہ منشاء ایمان جانتے ہین۔ اور پیروی سنت کو عرز جان۔ جہان اپنے اماموں کے اقوال کو ظاہر سنت سے مخالف پاتے ہین۔ اونکی موافقت اور پیروی سے ہاتھ اُٹھاتے ہین۔ اور آمین اس شخص کے موافق یا پیرو ہوجاتے ہین جسکے قول کو موافق سنت پاتے ہین۔ دیکھو سابق مُدعے سے امام مجتہد ہی ہے جو حنفی مشہور ہے کیا

[1] یعنی وہابی بھائیون کی تشریح صحیح شمارہ اسنمبر (جلد ۱) مین کی جا چکی ہے۔ ظرین پہلے اسکو ملاحظہ فرمالین۔

کہا ہے - کہ مین ہر بات مین امام ابو حنیفہ کا مقلد نہین ہون - اور اسکے موافق شرح معانی الآثار مین کیسا عمل کر دکھایا ہے کہ جہان امام ابو حنیفہ رح کا قول سنت کے مخالف پایا وہان - فما قال ابو حنیفۃ باطل صاف سنا دیا - قاضی ابو علی و قاضی حسین و قفال وغیرہ نے بہی کیا صاف صاف کہدیا ہے - کہ ہم امام شافعی کے مقلد نہین - بیہقی وغیرہ علماء نے کئی مسائل مین امام شافعی کا تخالف کیا ہے - انکے افعال و مقالات کی تفصیل کتب متقدمین و متاخرین مین موجود ہے جسکی کسیقدر نقل اشاعۃ السنہ و ضمیمجات اشاعۃ السنہ خصوصاً (نمبر ۲ جلد ۲ و ۳) بہی ہو چکی ہے - متاخرین حنفیہ شیخ ابن الہمام جسپر حنفی مذہب کی تقلید و تائید کا زیادہ گمان کیا جاتا ہے - بہتیری جگہہ فتح القدیر مین حنفی مذہب سے الگ ہو گیا ہے دیکہو مسئلہ **آمین** بالجہر مین اسنے حدیث اخفاء آمین کو چار دلائل سے ضعیف بتا کر حدیث جہر سے اس کی تطبیق و موافقت کی ایسی وجہ بیان کی ہے - جسمین اصل جہر کی تسلیم پائی جاتی ہے - چنانچہ کہا ہے - اگر اسباب مین میرے کچہہ اختیار ہو تو مین دونون حدیثون جہر و اخفاء کو یون باہم متفق کر دون کہ آہستہ کہنے سے یہہ مراد ہے کہ بہت نہ چلاتے - اور جہر سے یہہ مراد ہے کہ سینے سے نکلنے والی گونجنے والی آواز سے کہتے -

ولو کان الی فی ہذا شیء لوفقت بان روایۃ الخفض یراد بہا عدم القرع العنیف وروایۃ الجہر بمعنی قولہا فی زئر الصوت (فتح القدیر)

اور مسئلہ **عورتونکی امامت** و جماعت مین روایت کراہت تحریمی کا خلاف کیا - اور صاف کہدیا ہے - کہ جو صاحب ہدایہ نے حدیث امامت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی منسوخ ہونے دعوی کیا ہے یہہ ثابت نہین - اور اگر حدیث ابو داؤد وغیرہ

و لکن یبقی الکلام بعد ہذا فی تعیین الناسخ اذ لا بد فی ادعاء النسخ منہ و لم یتحقق فی النسخ الا ما ذکر بعضہم من امکان کونہ ما فی ابی داؤد و صحیح ابن خزیمۃ صلوۃ المراۃ فی بیتہا افضل من صلوتہا فی حجرتہا و صلوتہا فی مخدعہا افضل من صلوتہا

في بيتها يعني الخزانة التي تكون في البيت وروى
ابن خزيمة عنه عليه الصلوة والسلام ان
احب الصلوة المرأة الى الله في اشد مكان في بيتها
ظلمة وفي حديث له ولابن حبان واترب ما تكون
من ربها وهو في قعر بيتها ومعلوم ان المخدع
لا يسع الجماعة وكذا قعر بيتها واشد ظلمة وهو يخفى
ما فيه وبتقدير التسليم فانما يفيد نسخ السنية و
هو لا يستلزم ثبوت كراهة الحضور بعد التنزيه
ومرجعها الى خلاف الاولى وكيف ما كان فلا مناص عن الذهاب الى ذلك
فان المقصود اتباع المختار (فتح القدير بحوالہ کنہوی)

سے (جس مین یہ بیان ہے کہ عورت کی نماز اندھیری کوٹھری مین افضل ہے) اسکا منسوخ ہونا مان بھی لیا جاوے تو اس سے صرف جماعت کی سنت ہونے کا نسخ معلوم ہو سکتا ہے۔ اسکا مکروہ تحریمی ہونا ثابت نہین ہوتا۔ نہایت یہہ کہ اولیٰ نہو۔ آخر کہا ہے۔ کہ ہمپر اس مذہب پر چلنا واجب نہین ہے۔ مطلب اتباع حق سے ہے خواہ کہین ہو۔

ہمارے زمانہ کے مشہور حنفی مولوی **عبد الحی** صاحب لکھنوی نے جو اس باب مین فرمایا ہے وہ بھی نہمبر ۱۰ جلد ۱ مین منقول ہو چکا ہے۔ اسمقام مین ایک اور قول انکا نقل کیا جاتا ہے آپ رسالہ **فوائد بہیہ فی تراجم الحنفیہ** مین فرماتے ہین۔ ائمہ اربعہ کے مقلد

واعلم ان مقلدة الائمة الاربعة اشتهروا
بالانتساب الى حضرات مقلديهم الحنفية كالحنفية
والشافعية والمالكية والحنبلية ليحصل التمين
بينهم ويتفرقا حسم عن ثانيهم وفي الحقيقة كل
الطائفة منهم محمدية فان تقليدهم اشتهم و
العلماء على مسلكهم سلوا على طريق النبي صلى الله
عليه وسلم واعتراف بذلك المنبع الاعظم

اماموں کی طرف منسوب ہونے سے اس لیے مشہور تھے۔ کہ ان مین اس نسبت مین تمیز ہو۔ اور ایکدوسرے سے علیحدہ ہو کر پہچانا جاوے اور حقیقت مین وہ سب محمدی ہین۔ کیونکہ اماموں کی تقلید کرنا اور انکی راہ پر چلنا بعینہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنا ہے اور اسی چشمہ سے چلو بھرنا۔

ایسے منصفون کے حنفی یا شافعی کہلانے کو کون بدعت کہہ سکتا ہے۔ اور اہلحدیث کہ ہونا تو کچھ بھی معنے

نہیں رکھتا۔

بان بعضے ایسے ضدی متعصب حنفی و شافعی بھی ہیں جو ہر شخص پر (عالم کیوں نہو) امام ابو حنیفہ یا شافعی کی تقلید خدا کیطرف سے فرض سمجھتے ہیں اور اسی اعتقاد اور معنے سے وہ حنفی و شافعی کہلاتے ہیں۔ اور اس تقلید کی پابندی سے وہ صریح نصوص کتاب و سنت کو جو انکے ائمہ کے اقوال سے مخالف ہیں قبول نہیں کرتے اور انکو رد و جواب میں صاف کہدیتے ہیں۔ مارا بحدیث چہ کار۔ قول امام بیاید۔ ایسے متعصب حنفیوں اور شافعیوں کو تو خود محقق و منصف حنفی بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ چنانچہ منیہ شرح غنیہ (نمبر ۱ جلد ۲) میں منقول ہو چکا ہے ولیکن ان معدودی چند نام کے علماء یا اکثر جہلا کی نظر سے ہمکو یہ نہیں پہنچتا کہ ہم سب حنفیوں اکلوں اور بھولوں کو برا جانیں۔ اور جہاں کسی پر حنفی یا شافعی کا نام آیا اُسکو اُن ہی میں شمار کریں۔

اب دوسرے **علانی بہائیوں حقیقوں شافعیوں** کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اہلحدیث کے حنفی یا شافعی نہ کہلانے صرف مسلمان یا محمدی کہلانے پر اکتفا کرنے سے بُرا نہ منادیں۔ اور یہ خیال نفرماویں کہ انکی مسلمان یا محمدی کہلانے سے یہ نیت ہے کہ انکے سوا اور لوگ (جو حنفی شافعی کہلاتے ہیں) محمدی یا مسلمان نہیں ہیں۔ یا یہ کہ وہ امام ابو حنیفہ و شافعی کو بزرگ نہیں جانتے۔ اسلیئے اونکی طرف منسوب ہونے اور حنفی شافعی کہلانے کو بُرا سمجھتے ہیں۔ حاشا و کلا **انکے مسلمان و محمدی** کہلانے کی **وجہ صرف** یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور مشترک اسلام و محمدیت پر پاتے ہیں جو سب اہل مذہب میں متحقق ہے۔ اور وہ کسی خاص امام یا مذہب سے کچھ خصوصیت نہیں رکھتے وہ امام ابو حنیفہ کے اصول و اقوال موافق سنت کو ویسے ہی مانتے ہیں جیسے امام شافعی کے اقوال موافق سنت کو۔ اسلیئے وہ کسی خاص مذہب یا امام کیطرف منسوب ہونیکی کوئی وجہ نہیں دیکھتے اور اپنا لقب بجز عام و مشترک مسلمان یا محمدی کچھ مقرر نہیں کر سکتے **ہمارے**

+ علانی بہائی وہ جنکے شائع [illegible] نمبر ۱ جلد ۱ میں بیان ہو چکا ہے۔

علاتی بھائی حنفی و شافعی **انصاف** کریں تو ضرور مان لیں گے کہ اس لحاظ سے محمدی یا مسلمان کہلانے میں کوئی تفاخر یا طعن روا نہ ہوگا۔ کسی حق سے انکار اور ناحق پر اصرار پایا نہیں جاتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب کوئی مسلمان (جو محمدی کا ہم معنے ہے) کہلاتا بلکہ یہ نام تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارا نام مسلمان حضرت ابراہیمؑ نے پہلے سے رکھدیا ہے۔

هو سماكم المسلمين من قبل (الحج ۱۰)

امین کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو کسی خاص امام یا پیشوا کی طرف منسوب ہوتا۔ اور لحاظ مذہب سنی یا شیعی یا عمری یا عثمانی یا علوی کہلاتا۔ دور کیوں جاویں ائمہ مذہب کو کیوں نہ دیکھیں۔ انمیں کون تھا کہ وہ جن استادوں اور پیشواؤں کے اصول پر چلتا بلحاظ مذہب انہی آپ کو انکی طرف نسبت کرتا ہو۔ امام ابو حنیفہ نے ابراہیمیہ علقمہ تابعین و ابن مسعود صحابی کے زیادہ پیرو تھے۔ ابراہیمی یا علقمی یا مسعودی کہلاتے ہے۔ امام شافعی جو امام مالک کے بڑے صحبتی و شاگرد تھے۔ مالکی کہلاتے ہے وعلی ہذا القیاس۔ اگر کہو کہ وہ مجتہد تھے بیشک وہ کسی دوسرے مجتہد کیطرف منسوب نہوے تو اسپر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ آخر مجتہد ایک وقت معین پر بعد حصول کمال ہوے۔ اُسوقت اور کمال سے پہلے وہ صدیقی یا مسعودی یا ابراہیمی کہلایا ہوتا۔ اس تقابل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مقتدا یا امام کی طرف منسوب ہونا اون زمانوں میں داخل بدعت نہ تھا گیا۔ ہی امر اگر اہل حدیث زمانہ متاخرین پاگئیا اور انہوں نے حنفی یا شافعی نہ کہلایا تو کیا گناہ ہوا۔

شاید یہ سوال وارد ہو۔ کہ تقرر مذہب سے پہلے تو بیشک صرف مسلمان یا محمدی کہلانا معمول و مروج تھا۔ تقرر مذہب کے بعد کون ایسا ہے جسنے باہمی تخاطب میں محمدی کہلایا ہو۔ اسکا **جواب** یہ ہے کہ الحدیث بھی سوا چند متاخرین کے صرف محمدی کہلاتے اور حنفی و شافعی کے لقب سے نامزد نہ تھے۔ **ابن شاہین** محدث جو چوتھی صدی میں

اشاعۃ السنۃ النبویۃ
نمبر ۲ جلد ۶

(بقیہ مضمون نقاب مذہبی)

گذر چکے ہین۔ اور تقرر مذاہب کے پیچھے ہوئے ہین۔ جب اونکے پاس کوئی مذہب کا ذکر کرتا تو صاف فرماتے

وکان اذا ذکر له مذهب احد یقول انا محمدی المذهب مکی فی ذالحجة سنة خمس وثمانین وثلاثة

(ملخص طبقات ذہبی)

کہ مین محمدی مذہب ہون چنانچہ **ملخص طبقات ذہبی** مین بہت اُنسے منقول ہے

اب رہا۔ اس سوال کا جواب کہ مذہب تو اوس طریق اجتہادی وظنی کا نام ہے جو اجتہاد سے نکالا جاتا ہے۔ اور وہ محتمل خطا وصواب ہوتا ہے۔ پس دین اسلام کو جو منصوص اور قطعی ہو کیونکر مذہب کہا جاسکتا ہے سو یہ ہے۔ کہ یہ معنے مذہب کے ایک خاص اصطلاح کے موافق ہین۔ اور کسی کی اصطلاح مین کچھ جھگڑا نہین ہو سکتا چنانچہ لا مناقشة فی الاصطلاح مسئلہ مشہور ہے اس معنی اصطلاحی کی نظر سے دین اسلام کو کوئی مذہب نہ کہے تو اس سے بحث نہین ہے مگر مذہب کے معنے لغت اور عرف عام مین تو نہایت وسیع ہین۔ لغت وعرف عام مین ہر ایک روش اور طریق کو قطعی ہو خواہ ظنی ہو نصی ہو خواہ اجتہادی مذہب بولا جاتا ہے۔ چنانچہ **قاموس وصراح وغیاث وغیرہ** کتب لغات عربی وفارسی مین مذہب کو ایسے ہی عام معنے سے تفسیر کیا ہے قاموس لکھا ہے کہ مذہب اُس اعتقاد کا نام ہے جسکی طرف کوئی گیا ہو (یعنی قطعی ہو خواہ ظنی نصی ہو خواہ اجتہادی)

المذهب المعتقد الذی یذهب الیه والطریقة والاصل (قاموس)

اور راہ اور اصل کو بھی کہتے ہین۔ اور ایسا ہی صراح مین ہے۔ اور غیاث اللغات مین لکھا ہے مذہب بالفتح بروزن مکتب جای رفتن وراہ ومجازاً دین وآئین۔ اس معنے اور محاورہ عام سے بڑے بڑے اساطین دین ائمہ مجتہدین نے حدیث کو باوجودیکہ وہ نص ہے۔ مذہب کہا ہے۔ چارون امامون سے منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ہو ہمارا

وقد تقدم قول الائمة کلهم اذا صح الحدیث فهو مذهبنا۔ میزان کبرانی شعرانی صفحہ ۷۲۔

وہی مذہب ہے۔ چنانچہ امام شعرانی اور شیخ محی الدین ابن عربی نے انسے نقل کیا ہے۔ اور خصوصاً امام شافعی سے بیہقی وحاکم وغیرہ نے۔

جب لغت وعرف کی نظر سے اکابر ائمہ دین نے نصوص اسلام کو مذہب کہا ہے تو پھر اگر کوئی اس معنے کر دین اسلام کو مذہب کہے۔ اور محمدی المذہب کہلاوے تو اُسکو کافر

مطبع ریاض ہند امرتسر مین چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

کیفیت سالانہ اشاعۃ السنۃ

(جسمین سال اول و دوم و سوم کی بعض کیفیات بھی درج ہین)

الحمد للہ والمنۃ کہ اس رسالہ کا سال پنجم بعافیت گذرا اور سال ششم شروع ہوا سال گذشتہ مین بھی اس رسالہ نے باوجود عروض فترت درمیانی کسیقدر آگے ہی قدم بڑہایا ہے - پیچھے کچھہ نہین ہٹا - آمدنی کو دیکھا جاوے تو سال گذشتہ کی نسبت فی صدی پچیس روپیہ زائد اسکی آمدنی ہے اور خریدارون کی طرف خیال کیا جاوے تو اسکی بعض اجناس مین بھی ترقی ہے - آدنی اور اوسط درجہ کے خریدارون مین دو چار گھٹے ہین - تو اول اور دوم درجہ کے خریدار بڑہ گئے ہین -

اور اگر اس رسالہ کے وسائل ترقی کیطرف نظر کرتے ہین تو یہہ کہہ سکتے ہین کہ جیسے اس رسالہ نے پانچ سالون مین ترقی کی ہے شاید کسی اور اخبار یا رسالہ نے ترقی کی ہو - کیا معنے کہ ترقی رسائل و اخبارات کے وسائل کم سے کم پانچ امور ہین - جو بہیئت مجموعی ترقی کے وسائل ہو سکتے ہین اول نفس الامر مین عمدگی مضامین دوم خریدارون کی نظر مین انکا مفید و عام پسند ہونا - سوم مہتممون کا خارجی کوششون اور سعی سفارشون سے خریدار بہم پہونچانا - چہارم مشہور اخبارات مین انکی اشتہارات کا شائع ہونا پنجم ہر ایک نمبر پرچہ کا عین وقت مقرر پر نکلنا - اور اس رسالہ کی ترقی کیلیے آجتک بجز امر اول کے کسی وسیلہ سے کام نہین لیا گیا - نفس الامری عمدگی مضامین کا تو (جہانتک اسکے اڈیٹر کے خیال مین آیا) اسمین لحاظ رہا ہے امر دوم یعنی خریدارون کی پسند و ناپسندی کا بالکل لحاظ نہین کیا گیا - جب لوگون کا باہمی جھگڑون (مباحث متعلق اجتہاد و تقلید و رفع یدین و آمین بالجہر) کا شوق عین شباب مین تھا - تو اون مباحث

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکر کہا جا سکتا ہے - اس ملک ہند مین سب سے پہلے کھلم کھلے طور پر مولوی محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ نے محمدی کہلایا ہے - اور حنفی شافعی کہلانے پر اسکو ترجیح دی ہے آپ کی تقریر ترجیح سے بہی ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی اور یہہ بات نکلتی ہے کہ حنفی شافعی کہلانے کو وہ بہی برا نہ سمجہتے ان مذاہب کو وہ چشمہ شریعت کے حوض سمجہتے - اور ان مذاہب کے امامون کو وہ نائبان شریعت خیال کرتے - پر انکی طرف منسوب ہونے اور حنفی و شافعی کہلانے کو ایسا ضروری نہ سمجہتے جیسے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طرف منسوب ہونے اور محمدی کہلانے کو سمجہتے انکا کلام بلاغت نظام اہلحدیث کے نزدیک تو مسلم ہی ہے اہل تقلید بہی اگر سوا ظن سابقہ کو یکطرف کرکے غور و انصاف سے اسکو پڑہینگے بی چون و چرا اسکو مان لینگے - اسلئے اسکا نقل کرنا اس مقام مین فائدہ طرفین سے خالی نہین - آپ کتاب ایضاح الحق کے صفحہ ۴۵ مین فرماتے ہین - پس باید دانست کہ حضرت مالک علی الاطلاق و ملک بالاستحقاق جلت قدرتہ بنا بر نظم و نسق ملت حنیفہ دو کارخانہ عظیم قائم فرمودہ اول آنست کہ مدار شیوع ملت بر آنست و آن کارخانہ است کہ بشان ملکیت تعلق دارد یعنی تکلیف بندگان خود بسوی اطاعت خود بطریق جبر و الزام کہ چار و ناچار آنرا قبول باید کرد و طوعا و کرہا ربقہ اطاعت در گردن خود باید انداخت و مرکز این کارخانہ منصب رسالت ست و فروع آن مناصب اولی الامر ست از خلفاء راشدین و ائمہ عادلین و قضات امصار مسلمین و نواب ایشان از مصدقین و محتسبین پس قرآن عالیشان یعنی قرآن واضح البیان و پروانجات علیہ و اشتہارات جلیلہ از احادیث قدسیہ اولاً بسوی رسول مقبول خود وحی فرمود و قوانین و آئین بنا بر ایضاح مضامین فرامین کہ مسمی بسنت نبویہ است در دل ہدایت منزل او الہام نمود و ثانیاً بمساعی نائبین مذکورین در ہمہ اقطار و اکناف عالم شائع و ذائع گردانید و ہمہ بندگان خود را باطاعت او و نائبان او مکلف گردانید و کارخانہ ثانی بمثابہ متممات اول و مکملات اوست و آن کارخانہ است کہ بشان ربوبیت تعلق دارد یعنی مہیا کردن اموریکہ بندگان را در باب امتثال احکام الٰہیہ و اتباع

سنت نبویہ یا اجماع امت پیش می آید در مرکز این کارخانہ منصب حکومت ست و فروع آن منحصر
علماء و اولیاست از قرن اول محدثین کرام آنہمہ احادیث نبویہ بجمیع امت میرسانند و مجتہدین
شریعت کہ احکام قیاسیہ مستنبط می نمایند و شیوخ طریقت کہ بنا بر نظر بصلاح وقت تدبیری
برائے اجرائے سنت استخراج میفرمایند و آئمہ لغت و تفسیر و عربیت کہ لغات سماوراۃ قوانین
زبان دانی را ایضاح می نمایند و واضعین کتب فقہ و جامعین فتاوی و مصنفین رسائل سلوک
و مولفین کتب عربیہ کہ احکام مجتہدین و تخریجات مقلدین و کلمات مشائخ و اقوال علماء عربیہ
را مرتب کردہ در دفاتر مبسوطہ محرر نمایند پس اول را کمال خلافت و امامت میگویند و ثانی
را کمال ملک و ولایت و بر چند منشا این ہر دو کمال توجہ عنایت آلہیہ ست بہ تربیت بندگان خود
و محیط اعمال آن ہر دو قلوب انبیاست علیہم الصلوۃ والسلام آما اول نوریست قوی الاشراق کہ
از آفتاب سلطنت آلہیہ بمرات رسالت پرتو انداختہ و از آن بطریق انعکاس تمام عالم را فرا
گرفتہ و شب کفر و فسق را مستاصل گردانیدہ و روز اسلام و نظام دین را جلوہ گر نمودہ و ثانی
آب زلالیست گوارا از ابر رحمت باریدہ و از خوارہ حکمت انبیا جوش زدہ و از آن بحیاض قلوب خواص
مجتمع شدہ و بکام تشنگان آب طلب بسبب سلاسح ایشان رسیدہ پس لابد بمرتبہ اول را
بر ثانی محفوظ باید داشت و اہتمام بکار اول باید کرد و ثانی نباید گماشت مثلاً ہر فردی را از افراد
انسان خواہ عالم باشد خواہ جاہل خواہ عاقل باشد خواہ سفیہ خواہ کاتب باشد خواہ امی تفتیش
مضامین ظاہر کتاب و سنت و تحقیق آن خواہ بفکر خود خواہ بمستفسار آن از دیگرے لازم آمد و التزام
اطاعت انبیا و اولی الامر بالتعیین اول امر بر جمیع امت واجب شدہ و مجاہرت بانتساب
خود بایشان ضرور و ناگزیر و احتراز از تشبہ بکفار و اختلاط مبتدعین و مشارکت بغاۃ از ارکان
دین شمردہ شد و اشاعۃ ظاہر کتاب و سنت و تشہیر آن در جمع فری و بلدان از ارکان دین معدود
شد و تعیین و حفاظ کہ در جمیع مجامع و مساجد بر سر منابر با آواز بلند بسوی آن دعوت نمایند و
تعیین محتسبین کہ در ہر کوچہ و بازار بجبر و قہر بسوی آن کشند از افضل عبادات معدود کردہ شد بخلاف

قسم ثانی که هر کس را تحقیق احکام قیاسیه و اشغال صوفیه و قوانین عربیه ضرور نیست و اراده تقلید
شخصی معین از مجتهدین و مشائخ در ارکان دین لازم نی بلکه همین قدر کافیست که وقتی که حاجتی
پیش آید از کسی از ایشان استفسار کرده شود نه آنکه اراده و تقلید هم مثل ایمان بالانبیا از ارکان
شمرده شود و لقب حنفی و قادری بمثابه لقب مسلمان و سنی اظهار کرده شود و امتیاز از شافعیان
و چشتیان مثل امتیاز از کفار و روافض از لوازم تدین شمرده شود و انتقال را از مذهبی بمذهبی
یا طریقه بطریقه مثل ارتداد و ابتداع و بغی موجب قتل و هتک معدود کرده شود یا دعوی
اجتهاد و ولایت را مثل دعوی نبوت یا دعوی امامت بطریق بغی بر امام حق باعث قتال
و اهانت قرار داده شود آیا نمی بینی که بطاعت قاضی جبر کردن میرسد نه بر طاعت مجتهد که رد
حکم قاضی واحد قاضی دیگر را هم نمیرسد چه جای احاد رعایا را بخلاف حکم مجتهد که بر هر کسی قبول
آن واجب نیست لاسیما وقتیکه آنکس خود مجتهد باشد که او را تقلید مجتهد اول اصلا جائز نیست و
بغی بر امام حق اگر چه آن باغی لیاقت امامت داشته باشد اصلا جائز نیست به خلاف دعوی
اجتهاد که وقتیکه ملکه اجتهاد حاصل شود لابد دعوی اجتهاد باید کرد و تقلید را از گردن خود دور
باید انداخت بالجمله غرض ازین کلام آنکه اشتغال به تفتیش ظاهر کتاب و سنت و تعلم و تعلیم آن
خواه بخواندن باشد خواه باستماع مضامین آن و سعی در اشاعت آن از جنس اکل و شرب و
لباس است که مدار زندگانی بر آنست و اشتغال باحکام فقهیه معتبره و اشغال صوفیه
نافعه از قبیل مداوة و معالجه است که عند الضرورت بقدر حاجت بعمل آرند و بعد از آن
بکار اصلی خود مشغول باشند و عنوان و شعار خود محمدیه خالصه و سنن قدیم باید داشت
نه تمذهب بمذهب خاص و انسلاک در طریقه مخصوصه بلکه مذاهب و طرق را مثل دکاکین عطارین
باید شمرد و خود را از منسلکان جند محمدی پس چنانکه سپاهیان را عنوان سپه گری شعار
است و اعلاء کلمه سلطانی کار و بار و وقتی که بر دوائی محتاج میشوند از هر دوکانی که بدست
آید میگیرند و بقدر حاجت بعمل می آرند و باقی را برای وقت ضرورت نگاه میدارند و

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وبکار و بار خود مشغول میباشند ہمچنین محمدیت خالصہ را شعار خود باید کرد و اقامت ظاہر سنت را کار و بار خود باید داشت و احکام فقہیہ صحیحہ را و اشغال صوفیہ معتبرہ را کہ خالی از شوب فساد و بدعت باشد بقدر حاجت استعمال باید کرد و زاید از حاجت بآن توغل نباید کرد

بالجملہ محمدی یا مسلمان تو اہل اسلام کا اصلی و قدیمی نام ہے۔ حنفی و شافعی کہلانا بہی حرام و مطلقاً برا کام نہین ہے۔ فریقین اس لفظی جھگڑون سے دست بردار ہو جاوین۔ جو چاہین (محمدی یا حنفی) سو کہلاوین۔ ایک دوسرے کو اپنا بہائی تصور فرماوین۔ اور اپنی ضعف حالت پر ترس کھاوین اور باہمی تفرقہ و تباغض سے باز آوین۔ اور سب آپسمین ملکر دینی اور قومی کامون کی رونق بڑہاوین۔

مین پھر کہتا ہون (گو میرے دوست برا مناوین اور میری اس غیرت آمیز عبرت خیز مثال کو اقوام غیر کی خوشامد خیال فرماوین) ہمارے مسلمان بہائی عیسائیون اور ہندؤن کی طرف دیکہکر ہی کچہہ شرماوین کہ وہ باوجودیکہ اصول مذہب مین باخود ہا سخت مخالف ہین۔ عیسائیون کے بہت سے فرقے (رومن کیتہلک۔ پروٹسٹنٹ۔ یونی ٹیرین۔ وغیرہ) باہم ایسے مخالف ہین۔ کہ ایک دوسرے کو وین عیسائی سے خارج سمجہتے ہین۔ ایسے ہی ہندؤن کے مختلف فرقے۔ آریہ۔ برہمو۔ وغیرہ آپس مین ایسے مخالف ہین کہ ایک دوسرے کو نجات و ہدایت پر نہین سمجہتے **تسپر بھی** وہ اون کامون مین جو سب مین مشترک ہین ایکدوسرے کے مددگار ہو جاتے ہین۔ اور ہر فرقہ کے مخصوص کامون مین ایکدوسرے کے خلل انداز نہین ہوتے۔ رومن کیتہلک کا چرچ یا سکول قائم ہونے لگے تو پروٹسٹنٹ اسمین کوئی رخنہ نہین ڈالتے۔ وہ اُنکے چرچ و سکول مین رخنہ اندازی نہین کرتے۔ جیسا کہ مسلمانون سے ایک فریق کوئی مسجد یا مدرسہ بنانا چاہے تو فریق مخالف جسقدر ہو سکے زور عدالت سے خانہ جنگی سے خلل اندازی کو مستعد ہو جاتا ہے **اسی وجہ سے**

دنیا دین میں پس پا ہوتی جاتی ہے

شاید اسپر یہ اعتراض کرے کہ قوم عجیب ہے جسمیں ایسے ایسے دیندار ہیں جو ایک ذرہ سے کے بڑے کام میں مبتلا نہیں ہوتے۔ ہاں سلام اللہ پر چلتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بیشک ہیں ایک دوسرے سے بغض رکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں میں اللہ نے امت کو تباہ و برباد ہی کیوں نہ ہو جانے دیا ہو ایسا ہی ہوتا رہنا چاہیئے اسکا جواب کچھ تو اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۴ کے مضمون میں جو انجمن حمدردی کا بیان ہوا ہے۔ دیگا ہے اور مفصل جواب آیندہ ایک مستقل مضمون بغض للہ میں دیا جائیگا۔ اسمقام میں اسقدر کہنا کافی ہے کہ اس باہمی بغض میں مسلمان دیندار دوحکم شریعت کے تابعدار تب ہو سکتے ہیں جبکہ اسمیں مراتب درجات معروف و منکر کی رعایت کریں امر بمعروف کو پھر جو اسکے جا بجا ہو ملحوظ رکھیں۔ توحید اسلام کو مستحبات سے مقدم سمجھکر مستحبات کی اقامت میں ایسے طور پر کوشش کریں جسمیں توحید و اسلام باقی نہ رہے جائز نہ رہے۔ کفر و شرک کو اولیٰ مکروہ سے بڑا سمجھکر مکروہ کی اقامت میں اسطرح سعی کریں کہ اسمیں کفر و شرک کی ترویج و مدد نہ ملے۔ مگر یہاں یہ امر نہیں پایا جاتا۔ ایک سنی حنفی رفع یدین و آمین سے روکنے اور جس مسجد میں ان افعال کے لوگ نماز پڑھتے ہیں اسکے بند کرنے میں ایسی کوشش کرتا ہے جسمیں نماز چھوٹ جاوے۔ اور مسجد کی جگہ جو چرچ بن جاوے ایک سنی المذہب رفع یدین کے جاری کرنے کے لیے یہ حکم لگاتا ہے۔ کہ رفع یدین اگر نہ ہو تو نماز نہ پڑھیں دفعاً ہی کیا ہے جسمیں رفع یدین نہ ہو۔ ہمارے بھائی انصاف کریں کہ بغض للہ کی یہی صورت ہے۔ اور دینداری و پرہیزگاری امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے یہی معنے ہیں جو یہ کر رہے ہیں۔ بھائیو خدا کے لیے اب بھی ہوش سنبھالو اور اس افراط و تفریط سے اپنے آپ کو نکالو محمدی حنفی شافعی المذہب اہل تقلید سب بھائی بھائی ہو جاؤ اور آپس میں حکم واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً خدا کا دین کو پھیلاؤ اور اپنی عزت کو بڑھاؤ۔ وما علینا الا البلاغ۔

جیسے اس زمانہ کے دیندار و پرہیزگار مسلمانون مین تلقین و امتحان اسلام کیوقت وہ تین سوال ہوتے ہین جنکا بیان مضمون سابق "القاب مذہبی" مین ہوچکا ویسے ہی ایک سوال یہہ بہی ہوتا ہے۔ کہ تم کسکے مرید ہو؟ - پھر اگر مسئول عنہ (جس سے سوال ہوا) نے جواب مین کسی پیر کا نام لیا تو وہ پکا اور سچا مسلمان سمجھا گیا۔ ورنہ اسپر نقصان اسلام کا الزام آیا عام لوگون کا یہہ خیال ہے کہ جسکا کوئی پیر نہین اسکا پیر شیطان ہے۔ اور اسلیئے اکثر لوگون کے اعتقاد مین پیر و مرشد پکڑنا ایسا جزو ایمان سمجھا جاتا ہے جیسے خدا و رسول پر ایمان لانا۔

جُہلا کا ذکر نہین اکثر علماء دیندار پرہیزگار جب علم کی تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوتے ہین تب مرشد کی تلاش مین پڑتے ہین جب تک کسی کو مرشد نہ بنالین اپنے ایمان کو کامل و مصئون و مامون نہین سمجھتے۔ اور نہ عام لوگ انکی اسقدر عزت و اعتبار کرتے ہین جسقدر اون علماء کی عزت و اعتبار کرتے ہین جو مرشد والے اور صاحب ارشاد ہوتے ہین۔

نئے مقابلہ مین ایسے لوگ بہی ہین جو بیعت کرنے کو شرک و بیدینی کی جڑ سمجھتے ہین۔ اور اگلے پچھلے مشائخ عظام و اولیاء کرام کو دوکاندار و خطاکار جانتے ہین۔ اور جو اذکار و وظائف وہ اپنے مریدون کو بتلاتے ہین کو بدعت و ضلالت سمجھتے ہین۔

ان دو جماعتون کے تفرقہ و باہمی فساد اور اسکے نتائج بہی اس تفرقہ و فساد اور اُسکے نتائج سے کم نہین جو پہلے دو فرقون مین (جن کا ذکر مضمون سابق مین گذرا) پائے جاتے ہین۔

طرفہ تر یہہ کہ ہماری دیار پنجاب مین یہہ تفرقہ و فساد خاص ایک اُس جماعت مین (جو بڑے دیندار و پرہیزگار و موحد و متبع سنت کہلاتے ہین) موجود ہے۔

انمین فریق مثبت گو عوام کیطرح پیری و مریدی کو فرض واجب نہین جانتا۔ اور نہ اسمین وہ

بھی قیود لگاتا ہے جو عوام لگاتے ہین - مگر وہ اسکی ترویج والتزام مین ایسا سرگرم ہے اور اسمین بعض رسوم پیری و مریدی کے ایسا پابند ہے جو اعتراض کا محل ہے -

ہمکو چونکہ اہل اسلام کا باہم التیام مدنظر ہے - سیئے ہم اس مضمون مین اس اختلاف کی نسبت ایک منصفانہ رای اور بیچ کی راہ بیان کرتے ہین - شاید فریقین اس سے نفع اوٹھاوین اور اسکو دیکھکر افراط و تفریط سے باز آوین - اور اس باہمی تفرقہ کو چھوڑکر اتحاد و اتفاق اختیار کرین -

پس پہلے عام مسلمانون کے دو مختلف جماعتون کے اختلاف کی نسبت کچھہ عرض کرتے ہین پھر خاص جماعت موحدین و متبعین کی خدمت مین کچھہ گذارش کرینگے -

عام لوگون سے فریق مثبت کی خدمت مین التماس ہے کہ بیشک بیعت توبہ سنت اور شرف و تاثیر صحبت ثابت ہے - چنانچہ بمقابلہ فریق ثانی اسکا کافی ثبوت دیا جاویگا مگر رسمی پیری و مریدی اور اس امر مسنون مین بہت فرق ہے -

مسنون تو صرف یہی امر ہے (چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے جو آیندہ مذکور ہونگے معلوم ہوتا ہے) کہ کسی متقی و صالح کے ہاتھہ پر کوئی گناہون سے توبہ کرے اور اسکے روبرو اسپر قائم رہنے کا عہد و اقرار کرے - اسمین وہ قیدین نہین ہین جو رسمی پیری مریدی مین لوگ لگاتے ہین - اور نہ اس سے وہ لوازم و نتائج پیدا ہوتے ہین جو لوگ رسمی پیری مریدی سے نکالتے ہین -

(۱) مثلاً جو لوگون سے بیعت لے وہ خود کسی کا مرید ہو چکا ہو - اور اسکو مرید بنانے کی اجازت ہو -

(۲) جو بیعت لے وہ پیر و مرشد کہلاوے - اور جو بیعت کرے وہ مرید اس مرشد کے سوائے اور علما و پیشوا خواہ اسکو کتنی ہی ہدایت و تعلیم ارشاد مسائل حقہ کر چکے ہون اسکے مرشد نہ کہلاوین - اور نہ اسکو انکا مرید کہا جاوے - اور نہ اور لوگ جنکو اس پیر نے بدون بیعت

لینے کے حق کی راہ بتائی ہے اسکی مرید کہلاوین -

(۳) جب تک کسی کی بیعت نہو تب تک اُسکی صحبت سے فائدہ نہین ہوتا -

(۴) بیعت کے سوائے توبہ کا اثر نہین ہوتا اور نہ دل صاف ہوتا ہے -

(۵) باپ مرشد ہو تو بیٹا بہی مرشد ہو جاتا اور یہہ حق مرشدی و پیری نسلاً بعد نسل جاگیر یا پینشن کی طرح جاری رہتا ہے -

(۶) پیر ایک ہی شخص کو بنانا چاہیئے - اسی خیال سے کہا ہے جسنے کہا ہے - ؎

دوئی بمذہب عشاق معنوی کفرست + خدا یکے و محمدؐ یکے و پیر یکے +

(۷) پیر پر اعتقاد کر لینا کافی ہے اُسکے قول و عمل کو دیکھنا ضروری نہین ہے اسی خیال سے کسی نے کہا ہے - پیر من خس ست - اعتقاد من بس ست - اسی اعتقاد سے اکثر لوگ خاندانی و موروثی پیرون کے مرید بنتے ہین گو انکے افعال کیسے ہی بد ہون - شراب پئین - ناچ رنگ دیکھین - صوم و صلوٰۃ کا نام نہ لین - چنانچہ اسوقت ہمارے ملک پنجاب مین ایسے کئی خاندان ہین - جنکے سجادہ نشین رات دن شراب مین مخمور رہتے ہین - نماز روزہ کے پاس نہین بھٹکتے - پھر ہزارہا لوگ (جنمین پڑہے لکہے بھی شامل ہین) انکے مرید ہوتے ہین - اور وہ یہہ سمجھتے ہین کہ یہہ لوگ اولیاء اللہ ہین انکو ظاہری شریعت کی پابندی معاف ہے اور انسے عبادت کی تکلیف اُٹھائی گئی -

(۸) پیر جنسی مرید عورتون کا محرم ہو جاتا ہے - اس سے انکو پردہ و حجاب ضروری نہین رہتا - اس خیال سے بڑے بڑے نامی خاندانون کے سجادہ نشین عورتون سے ہاتھ مین ہاتھ لیکر بیعت لیتے ہین پھر مرید ہو جانے کے بعد وہ خاتون ان کی پیش خدمت رہتی ہین انکے ہاتھ پاؤن چومتی ہین - مٹھی چاپی کرتی ہین - بعض بعض نامی خاندانون مین ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس خلوت مین انکو اور بھی فیض باطنی پہنچ جاتا ہے - جسکا نتیجہ اخیر پر ملا ظاہر ہوتا ہے - اور لوگون کے مشاہدہ مین آتا ہے کیا [illegible] ن تہذیب مانع ہے ورنہ ایک ایک کا

نام لیکر بتاتا - اور انکے اس تسویل و تلبیس کو صاف ظاہر کرتا - وعلی ہذا القیاس یہ مسئلہ قیود و شرائط ہیں جو بعض خواص علماء میں مدت ہائے دراز سے عوام جہلا میں اس پیری مریدی کے ساتھ پائے جاتے ہیں -

فریق مثبت خود ہی انصاف کرے کہ یہ سب باتیں سریعت میں جسکا ذکر قرآن میں آیا ہے یا اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل رہا ہے پائے جاتے ہیں یا - یا اور کہیں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ میں ان باتوں کے وجود و ثبوت پر کوئی شہادت ہے ؟ جہانتک کتاب و سنت و عمل درآمد زمانۂ حضرت رسالت کو تفحص کیا جاتا ہے - ان باتوں کا نہیں پتہ نہیں لگتا - بلکہ بعض باتوں کا تو کتاب و سنت میں صریح خلاف پایا جاتا ہے یہ معلوم ان سب باتوں کی تفصیل کا محل نہیں ہے - لیکن بطور تمثیل بعض باتوں کا خلاف شریعت ہونا بیان کیا جاتا ہے -

(۱) بہتیرے میں جو کہا گیا ہے کہ پیر مرید عورت کا محرم ہوجاتا ہے - اور بنا ءاسی علیہ پر بوقت بیعت مرید کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہیں اور انکو خلوت میں لیجاکر دستے خدمت کراتے اور فسیق و فجور کرتے ہیں - بہت احادیث و آیات کے صریح مخالف ہے -

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو بیعت عورتوں کے تحقیق فرماتے اور واقعی پیر ہیں جب کسی عورت سے بیعت لیتے تو کبھی ہاتھ نہ ملاتے - اور نہ کبھی اُسکے خلوت آتے - چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیعت کرنیوالی عورتوں کا امتحان فرماتے تھے بارشاد خداوندی سے - کہ اے نبی جب تیرے پاس عورتیں ایمان

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمتحن من ھاجر الیہ من المؤمنات بھذہ الآیۃ بقول اللہ تعالیٰ یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک الی قولہ	باتوں پر بیعت کرنے کو آویں انشاء اللہ نہ کرینگی اور زنا و قتل اولاد نہ کرینگی اور کسی پر تہمت نہ رکھینگی - اور اچھی بات میں تیرے حکم کا خلاف نہ کرینگی تو اون سے

غفور رحیم قال عروۃ قالت عائشۃ رض فمن اقرا بھذا الشرط من المؤمنات قال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد بایعتک کلاما و اللہ ما مست یدہ ید امرأۃ قط فی المبایعۃ ما یبایعھن الا بقولہ قد بایعتک علی ذلک

رواہ البخاری ص ۷۲۶۔

بیعت لی) امتحان کرتے پس جو عورت اس شرط کی مقر ہوتی اسی (صرف زبانی) فرما دیتے کہ ہمنے تیری بیعت لی خدا کی قسم ہے (بی بی عائشہ رض کہتے ہین) کسی عورت کے ہاتہہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتہہ نہین لگایا اور بجز اس اس زبانی بات کے کہ مینے تجہہ سے بیعت لی کبہی بیعت نہین کی۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اعتکاف مین تہے آپ کے حرم محترم حضرت صفیہ آپ کی زیارت کون

عن علی بن حسین ان صفیۃ زوج النبی صلعم اخبرتہ انہا جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزورہ فی اعتکافہ فی المسجد فی العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عندہ ساعۃ ثم قامت تنقلب فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم معہا یقلبہا حتی اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمۃ مر رجلان من الانصار فسلما علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہما النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رسلکما انما ھی صفیۃ بنت حیی فقالا سبحان اللہ یا رسول اللہ وکبر علیہما فقال النبی صلعم ان الشیطان یبلغ من الانسان مبلغ الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شیئا

بخاری ص ۲۷۲۔

آئین۔ جب آپ انکی رخصت کے وقت مسجد کے دروازہ تک تشریف لیگئے تو دروازہ پر دو آدمی انصار سے ملے۔ آپ نے اونکو یہہ فرما دیا کہ یہہ صفیہ ہے۔ انہون نے عرض کیا یا رسول اللہ سبحان اللہ (یعنی کیا ہم آپکے پاس اجنبی عورت کے آنے کا گمان کر سکتے ہین) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان انسان کے اندر خون کی جگہہ پہنچ جاتا ہے۔ مین ڈرا کہ شیطان تمہارے دل مین کچہہ خیال بد ڈال دے۔

(۳) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی رض کو (جو بہت سے مومن عورتون کے اصلی معنے

کو جو ہر کرسیاست نیچریہ کو شروع کر دیا۔ اور عیب کو گون کا شوق فضا میں مصروف ہوا۔ تو نیچریوں کے عقاب کو بھی اسنے تڑ کر دیا۔ اور وہ حصہ سیت و شباب کی بھی تیز کر گئی۔ اس لئے ہمین بحق سلام داخل اسلام مفیدہ خدروسی سمجھا۔ اس سے نہ عرض کیا۔ گون اشوق و تو جہ و پسند کا بھی لحاظ کیا۔ **امر سوم** تو اسکے پاس ہی نہیں پہنچا گون اخبار کی خوشون سے شوق دلانا اور سی و سفارشون سے خریدار جمع پہنچانا و کبھی نہ رہا گون کی خواہش و شوق خریدنے کے علم پر بھی اسنے کبھی درخواست کبھی نہ پہنچی گیا۔ **امر چہارم** یہ ہے کہ آجتک کسی اخبار یا رسالہ مین لفظ دوسطری اشتہار بھی درج نہین کرایا گیا۔ اور نہ بجز ایک اخبار نصرت الاخبار دہلی۔ اور شیخ قیصر لکھنؤ کی رجنہون نے کبھی فقہ سی تو یف کی ہے کسی اخبار نے خود بخود اسکی ترغیب و توصیف مین کچھ لکھا ہے۔ **امر پنجم** کا حال ناظرین خود ہی سمجھ لینگے کو خود معلوم ہے۔ کہ بتدے شاید اسکا کوئی پرچہ وقت مقررہ پر نہ نکلا ہوگا۔ **ششم** علت قلت یہ فقدان وسائل پر بھی سکا سال بسال کسیقدر ترقی کرتا گیا۔ اور اسکے یقین کرنیکے لیے کافی دلیل ہے کہ یہ رسالہ مجرد ربوبیت الٰہی مین پرورش پاتا ہے۔ اور بہل و نہاں افغانستان دین اسلام کی آبیاری غیبی سے شنو و نما ہوتا ہے۔ اگر ہمکو ظاہری اسباب و وسائل نشو و نما کی بھی مدد پہنچے تو اسکی ترقی ایک ضرب المثل ہو جاوے جسکو لوگ غبطہ کی نگاہ سے دیکھین۔ **ہدایت** وہی اور تائید غیبی کچھ ہماری کرامت نہین ہے (چہ اکرمن آنم کہ خود دانم) بلکہ یہ تمام **اسلام** اور اسکے **مسائل کرام** و اصول عظام کی (جو اس رسالہ مین بیان ہوتے ہین) **برکت** ہے کوئی ملکی اخبار یا دنیاوی مسائل کا رسالہ ایسی حالت فقدان وسائل کو پہنچ جاتا ہے (یعنی ہمین وقت نہین نکلتا یا اسکی اشاعت کرنیوالا کوئی دوسرا نہین ہوتا) تو فوراً بند ہو جاتا ہے۔ اسکا ذمہ دار کیسا ہی لائق و فائق کیون نہو۔ **بایہمہ** اب ہمارا یہ **ارادہ** ہے کہ آیندہ اسکے خارجی اسباب و وسائل ترقی کی طرف بھی توجہ کیجاوے گی۔ اور بہ توفیق خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اسکی ترقی ہوتی رہیگی۔ اسوقت تک ان وسائل کیطرف توجہ کرنیکا سبب صرف یہ ہوا [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

کر مرشد و رہبر تھے ارشاد فرمایا کہ ای علی اگر تیری ایک نظر کسی جنبی عورت پر پڑ جاوے تو دوسری نگاہ سر پر نکر لو۔ اور حضرت جریر بن عبد اللہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جنبی عورت پر ناگہان نظر پڑ جانے کا حکم پوچھا تو آپ نے نظر کو پھیر لینے کا حکم دیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی لا تتبع النظرۃ النظرۃ
(رواہ احمد)
عن جریر بن عبد اللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف بصری
(رواہ مسلم)

اور اللہ تعالیٰ نے عام مرد اور عورتون کو جنمین پیر و مرید بھی داخل ہین ان عام الفاظ سے نگاہون کے بچانے اور زینت کے چھپانے کا ارشاد کیا ہے۔ ای نبی مومنون کو کہدے کہ اپنی آنکھون کو (اجنبی عورتون پر نظر کرنے سے) بند رکھین اور اپنے شرمگاہون کو بچا کر رکھین۔ یہ بہت پاکیزہ امر ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو یہہ کرتے ہین۔

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون ۔

اور فرمایا مومن عورتون کو (بھی) کہدے۔ اپنی آنکھون کو (اجنبی مردون پر نظر کرنے سے) بند رکھین اور اپنے شرمگاہون کو بچا کر رکھین۔ اور اپنی زینت (عمدہ اور اندرونی لباس زیور و سنگار) کو ظاہر نکرین بجز اسکے جو ظاہری لباس ہے (اور وہ زینت و خوبصورت نہین ہے) اور اپنے گریبانون پر اوڑھنیان ڈال لین۔ اور اپنی زینت بجز اپنے خاوندون یا باپون یا خاوندون کے باپون کے یا اپنے بیٹون یا خاوندون کے بیٹون کے یا اپنے بھائیون یا بھتیجون یا اپنی دین عورتون کے یا اپنے غلامون کے یا اون اتباع کے جنکو عورتون کی خواہش نہین ہوتی۔ یا اون (ہوشیار) لڑکون کے جنکو عورتون

وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولا یضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبائھن او اٰباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن والتابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن وتوبوا الی اللہ جمیعا ایۃ المومنون

معلوم نہیں (سورہ نور ع ۳)

جبھی تو ان پر ابھی تک عذاب نازل نہیں ہوا۔ کسی پیغمبر کی
زمین پر بار کرتے چلیں تاکہ انکی بے ہودہ زینت (نمائش فیشن) ظاہر ہو (موصوف اگر مرتے
ہیں تو بے شک بے توبہ کرتے کہ تم بھگتتے رہو)۔ سب کے سب توبہ کرو تاکہ تم بھگتتے رہو۔

آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا آنکھوں کا زنا ہے۔
اجنبی کی بات سننا کانوں کا زنا ہے۔
اس سے بات کرنا زبان کا زنا ہے۔ ہاتھ لگانا
ہاتھ کا زنا۔ اسکی طرف چلکر جانا پاؤں کا زنا
اور دل میں خواہش اور شہوت ہوتی ہے آخر
کو شرمگاہ ان سب زناؤں کو سچا کر دیتا ہے اگر
شرمگاہ سے زنا واقع ہو گیا یا نہ ہو جو ہا کرتے ہے

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم العینان زناھما النظر والاذنان زناھما الاستماع واللسان زناہ الکلام والید زناھا البطش والرجل زناھا الخطا والقلب یھوی ویتمنی ویصدق ذالک الفرج ویکذبہ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ ہو چکا ہے۔ سب سے تائب ہوا۔

الیسیا ہی جو نمبر ۷ میں کہا ہے سراسر مخالف شریعت ہے۔ جو خود گمراہ ہے وہ دوسرے کا ہادی
کیونکر ہو سکتا ہے۔ ۵ خود شتن گم ست کرا رہبری کند؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع ام لا یھدی الا ان یھدی فمالکم کیف تحکمون (یونس ع ۱۹)

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم (بقرہ ع ۵)

کہ کہیے کہ جو حق کی طرف رہنمائی کرے وہ لائق اتباع ہے۔ یا خود راہ نہ پاوے جبتک اسکو کوئی راہ نہ بتادے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کیا تم لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلاتے ہو۔

اور حدیث شریف میں ایسے شخص کے حق میں جو اور وں کو اچھی بات کہے اور خود اس سے
انہ بچے سخت وعید وارد ہے۔ اور یہ کہنا کہ اولیاء اللہ کو پابندی شریعت اور تکلیف عبادت
معاف ہے سخت کفر و الحاد ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں

+ دیکھو ثبوت نمبر ۷ ص ۱۲

فرماتے ہیں کہ بندہ جبتک عقل و ہوش میں رہتا ہے وہ ایسے مقام میں کبھی نہیں پہنچتا جسمیں اس سے

ان العبد مادام عاقلا لا یبلغ المقام الذی یسقط عنه الامر والنهی لقوله تعالی واعبد ربك حتی یأتیك الیقین فقد اجمع المفسرون علی ان المراد بالموت وقد ذهب بعض اهل الاباحة الی ان العبد اذا بلغ غایة المحبة وصفا قلبه عن الغفلة واختار الایمان علی الکفر سقط عنه الامر والنهی ولا یدخله النار بارتکاب الکبائر وذهب بعضهم الی ان یسقط عنه العبادات الظاهرة ویکون عبادته التفکر وتحسین الاخلاق الباطنة وهذا کفر وزندقة وضلالة وجهالة (شرح فقه اکبر)

امر و نہی ساقط ہو جاوے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ خدا کو پوجتا رہو تاوقتیکہ تمکو موت آجاوے۔ اس آیت میں لفظ یقین سے باتفاق مفسرین موت مراد ہے۔ بعض قائلین اباحت یہ کہتے ہیں کہ جب بندہ کمال محبت کو پہنچتا ہے۔ اور اسکا دل غفلت سے پاک ہو جاتا ہے اور وہ کفر سے ایمان کو مقدم کر لیتا ہے تو اس سے امر و نہی ساقط ہو جاتا ہے پھر اسکو خدا کبیرہ گناہوں کے سبب عذاب میں داخل نہیں کرتا۔ بعض یوں کہتے ہیں کہ اس سے ظاہری عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور اسکی عبادت فکر اور اخلاق کو درست کرنا ہو جاتی ہے۔

یہ باتیں کفر و جہنمی مرتد ہونا اور گمراہی و جہالت ہے۔

ایسا ہی بہت سے مُلحد خصوصاً احمد صوفیہ نے فرمایا ہے **امام حجۃ الاسلام غزالی** نے ایسے شخص کو جو اولیا کو عبادت و تکالیف شرعیہ سے بری سمجھتا ہے تمام کافروں سے بدتر کہا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کسی مومن کو کسی حال

المعاملة الا مع کل مؤمن فی مسائر احواله عن غلبة شهاد امر بمثله ونهی یجتنبه وقد یرضی بالقضاء ان قال لم یرض فالواجب علیه الرجوع الی الله عزوجل

میں خدا کے حکم بجا لانے اور اوس کی نہی سے بچنے اور اوس کی تقدیر پر راضی رہنے سے چارہ نہیں اور فرمایا کہ خدا کی طرف

عن الخلق والهوى والارادة والنفي و
الثبوت مع فعله وارادته من غير ان يكون
منك حركة فيك ولا في خلقه بك بل
بحكمه وفعله (فتوح الغيب مقاله ۱۷)
قال ابو القاسم الجنيد علمنا هذا مقيد بالكتاب
والسنة فمن لم يقرأ القرآن ولم يكتب الحديث
لا يصلح له ان يتكلم في علمنا ولا يقتدى به
(الفرقان بين اولياء الرحمن واولياء الشيطان)

واصل ہو جانیکے یہ معنے ہین۔ کہ تو مخلوق
اور خواہش نفس اور ارادہ سے باہر ہو جائے
خدا کے امر و نہی کی متابعت مین رہے۔ اس
مین تو اپنی کچھ حرکت نکرے۔
حضرت **جنید بغدادی** نے فرمایا ہے
کہ ہمارا علم سلوک کتاب اللہ سے مقید ہے جو
کتاب اللہ و سنت نہ جانتا ہو اوسکو
لائق نہین ہے کہ اس علم مین کچھ بولے
یا ہمارا اسمین اقتدا کرے۔

خداوند تعالی نے اپنے اولیا کی صفت مین خود فرمایا ہے کہ خدا کے ولی وہ ہین جو خدا پر
الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم
يحزنون الذين آمنوا وكانوا يتقون (یونس)
ایمان لائے ہین۔ اور متقی ہین یعنی اسکے
گناہون سے بچتے ہین۔

حدیث قدسی مین آیا ہے کہ خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ میرا بندہ میری طرف نوافل سے
ولا يزال عبدي يتقرب الي بالنوافل حتى احببته
فاذا احببته كنت سمعه الذي يسمع به و
بصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها
ورجله التي يمشي بها فبي يسمع وبي يبصر
وبي يبطش وبي يمشي - (صحيح البخاري)
قرب حاصل کرتا ہے یہانتک کہ مین اسکو دوست
رکھتا ہون جب مین اسکو دوست رکھتا ہون
اسکا کان جس سے سنتا ہے نگاہ جس سے
دیکھتا ہے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے پاؤن
جس سے وہ چلتا ہے۔ مین ہو جاتا ہون وہ
میرے ساتھ چلتا ہے میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ پکڑتا ہے۔ میرے ساتھ سنتا ہے
یعنی اسکے کان آنکھ ہاتھ پاؤن سب میرے حکم و رضا کی تابع ہو جاتے ہین۔

ان نصوص کے لحاظ سے علماء اسلام نے کہا ہے کہ ولی وہ شخص ہے جو طاعت

الولی ولم یصب لطائفا ولم یرتکب شیئا من المحرمات

(شرح فقہ اکبر)

پر چلا رہے۔ اور کچھ گناہ نکرے۔

وتجد کثیرا من هؤلاء معتمدهم فی اعتقادهم کونه ولی الله لانه قد صدر عنه مکاشفة فی بعض الامور او بعض الخوارق للعادة مثل ان یشیر الی شخص فیموت او ان یطیر فی الهوی الی مکة او الی غیرها او ان یمشی علی الماء احیانا او یملأ ابریقا من الهوی او یاکل بعض الاوقات من الغیب او ان یخفی بعض الاحیان من اعین الناس او ان بعض الناس یستغیث به وهو غائب او میت فیراه فتقضی حاجته او یخبر الناس بسارق لهم او بضالتهم او مریض او نحو ذالک من الامور ولیس فی شیئ من هذه الامور ما یدل علی ان صاحبها ولی الله بل قد تکون اولیاء الله علی ان الرجل لو طار فی الهوی او مشی علی الماء ولم یعتبر به مالم ینظر متابعته لرسول الله صلی الله علیه وسلم وموافقته لامره ونهیه وکراماتا الاولیاء اعظم من هذه الامور وهذه الامور ان کان قد یکون صاحبها ولیا لله فقد یکون عدوا لله فان هذه الخوارق یکون لکثیر من الکفار والمشرکین۔ (الفرقان)

اور کہا ہے کہ بہت سے لوگ ان میں سے اپنے اعتقاد میں اس بات پر بھروسہ رکھتے ہیں کہ وہ شخص ولی اللہ ہے اس لئے کہ اس سے کوئی کشف اور عادت کے خلاف کوئی بات ظاہر ہوئی ہے مثلاً اس نے کسی شخص کی طرف اشارہ کیا تو وہ مر گیا یا اڑ کر ہوا میں مکہ یا اور کسی جگہ چلا جاوے اور ایسے ہی کوئی اور کام کرے یا پانی پر چلے یا ہوا سے لوٹا بھر لاوے یا کبھی کبھی غیب کی کوئی بات کہہ دے یا بعض وقت لوگوں کی نظر سے غائب ہو جاوے یا کوئی شخص اس سے مدد مانگے اور وہ غائب ہو یا مر گیا ہو اور اس کی حاجت پوری ہو جاوے یا کسی چور کا پتہ بتا دے یا لوگوں کی کوئی گمشدہ چیز بتا دے یا کسی بیمار کو اچھا کر دے یا اور کوئی ایسا کام کرے تو یہ باتیں اس امر پر دلالت نہیں کرتیں کہ وہ شخص ولی اللہ ہے اور ایسے کام تو بعض اوقات کافر اور مشرک بھی کر لیتے ہیں۔ اور ولی اللہ کی یہ نشانی نہیں ہے بلکہ ولی اللہ کی نشانی یہ ہے کہ وہ شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہو اور آپ کے حکم اور نہی کا پابند ہو تو وہ ولی اللہ ہے اور اس کی یہ باتیں نہیں ہیں جو اوپر لکھی گئی ہیں اور ولی اللہ کی یہ باتیں بھی نہیں ہیں جو اوپر لکھی گئی ہیں اور ولی اللہ کی یہ باتیں بھی نہیں ہیں جو اوپر لکھی گئی ہیں

یقینی نمبر ۱ سے ۷ تک اس میں جو لکھا گیا۔ ہمیں ہم ہمشہ سے یہ زیادہ نہیں کہنا چاہتے کہ حدیث سنت یا اور کسی حدیث و آیت میں ان قیود و لوازم کے وجود پر کوئی دلیل نہیں ہے ہاں وقوع و یقین مشتبین نافین کی مصنفات ہمارے پیش چشم ہیں ہم مثبتین کی تصانیف نہیں ان دلوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ایک سے زیادہ پیر کی بیعت نہ کیجاوے اب پیر نہ ہوا کوئی گیہوں پیری کی گدی پر بٹھایا جاوے اگر اس سے بڑا کام پیر کے صحبتیوں سے لوگ

و فائق صاحب ارشاد و ہدایت موجود ہون) وعلی ہذا القیاس - اس باب مین ہم مقام خصوصیت خطاب
موحدین مین کچھ کہینگے - یہان یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان قیود کا جو نمبر ۱ سے ۶ تک بیان
ہوئی ہین حدیث بیعت یا کسی اور حدیث و آیت مین ثبوت نہین ہے - تو تم ان قیود کی
تجویز و ترویج پر کیا فتوی لگاتے ہو - اسکا جواب یہہ ہے کہ جو شخص ان قیود کو دین سمجھے
یا امور دین کی طرح انکی محافظت والتزام کرے اور انکی ترک پر ملامت و انکار عمل مین لاوے
اس نے دین مین ایک نئی بات نکالی جو اسمین نہ تھی اور جو انکو دین نہ سمجھے عارضی عذرون
ضرورتون کے سبب انکی رعایت و محافظت کرے جیسے کسی شخص کو دیندار و پرہیزگار
ایک ہی شخص نظر و میسر آیا ہے اسلیئے اسنے اسکی بیعت کی ہے - اور وہ اسکی طرف منسوب
ہونے اور اسکا مرید کہلانے کو داخل دین نہین سمجھتا - صرف پہچان کے لیے جیسے ہندی
عربی حنفی شافعی کہلاتا ہے ویسا ہی چشتی یا قادری کہلاتا ہے - اس شخص پر ان قیود کے
اختیار کرنے مین کوئی اعتراض نہین ہے - ہمارا اور ہر منصف و محقق کا دلی یقین ہے کہ
صالحین و متشرعین مشائخ طرق نے جو ان قیود کا لحاظ کیا ہے وہ اسی صورت سے کیا ہے
اس باب مین جو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے فرمایا ہے (جو مضمون القاب مذہبی مین
(بصفحہ نمبر (۳۱) ان سے منقول ہو چکا ہے) وہ مثبتین و نافین دونون کے تسلیم کی لائق
ہے - ایسا ہی اونہون نے صوفیہ کے اور خصوصیات کی نسبت فرمایا ہے جو اس مقام مین
نقل کرنا تائید و فائدہ سے خالی نہین ہے - آپ بصفحہ ۲۴ کتاب ایضاح الحق
مین فرماتے ہین - تعیین اوراد و اذکار و ریاضات و خلوات و اربعینات و نوافل عبادات
و تعیین وضع اذکار از جہر و اخفا و ضربات و اعداد و مراقبات برزخیہ و التزام طاعات شاقہ
ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است بہ نسبت اکثر طلاب کہ آن را اصل کمال شرعی یا از مکملات مے
دانند اما بہ نسبت خواص کہ آن را محض از قبیل وسائل دانستہ در تعلیم و ترویج آن سعی میکنند
پس از قبیل بدعات حکمیہ باشد آری اخص الخواص کہ محض بنا بر ہدایت چندی از انبیا کہ نفوس

اسلام دو رتبہ قصوری از جماعت یا عصیان واقع شدہ اندگر جمیع امور مذکورہ کردہ باشند
[illegible] را بایشان بلاغ نبود یعنی بر طاعت حق تکشیدہ باشند صرف بنا بر اصلاح
[illegible] ما قصد ایشان بقدر سابقت ضرورت بطور وسائل بے التزام وترویج واہتمام بکار
برده باشند وقت حصول مقصود آن را ترک داده باشند پس ہر بنا بر تعمیم امور مذکورہ
کرا ایشان در جمیع جہان بنسبت بعضے از ان بحسب اتفاق ورعایت مصلحت وقت
بوجود آمدہ بنسبت ایشان از قبیل بدعات نباشد۔ الکلام درین مقام در اکثر اہل زمانہ است
کہ آن مثل شریعت مستمرہ وطریقہ مسلکہ کہ می شناسند۔ یہ شبہ تین کی خدمت مین التماس ہے

اب نافین کی خدمت مین گذارش کی جاتی ہے کہ جو آفات وبدعات و
منکرات اس بیعت وپیری ومریدی سے عموماً عالم مین پیدا ہو رہی ہین۔ انکی بابت مین کیا شک
ہے۔ ؟ اگر بلحاظ ان آفات وبدعات کے کہیے نہین پہنچا کہ ہم اصل بیعت کو مٹا تیل کر دین
اور ہین اکابر مشائخ واولیا سلف ہین اس قسم کی بیعت جاری ہی ہوا سپر بھی ان آفات ومنکرات کے
عمل مین لانے کا گمان بد کرین۔

امر اول (یعنے بیعت کو مٹا تیل نکرنے) کی وجہ یہ ہے کہ بیعت تو بہ نص قرآن وعمل حضرت
رسالت معلم شرع وسنون ہو چکی ہے۔ اور ایک امر مشروع وسنون کا ازالہ وابطال بلحاظ
تتبع وبمقتضا رتبدل حال مہما یاب جائز نہین ہے

ثبوت مقدمہ اولی (بیعت کے مشروع وسنون ہونے) پر بیعت سی آیات واحادیث
کی شہادت پائی جاتی ہے مگر اس مقام مین از انجملہ ایک آیت اور ایک حدیث کے ذکر پر
اکتفا کیا جاتا ہے۔

خداوند تعالی سورہ **ممتحنہ** مین فرماتا ہے اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتین ان باتون

یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک من	پر شرک نکرینگی چوری نکرینگی زنا نکرینگی اپنی اولاد
ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین	کو نہ ماریں گی بہتان نہ لائین گی جسکو اپنے ہاتھون

ولا یقتلن اولادهن ولا یأتین ببهتان یفترینه بین ایدیهن وارجلهن ولا یعصینك فی معروف فبایعهن واستغفر لهن ان الله غفور رحیم (ممتحنه ۲۶)

اور پاؤن کے بیچ سے ناحق نکالین اور اچھی بات مین تیری نافرمانی نکرین گے تجھسے بیعت کرنیکو آوین تو اون سے بیعت لے اور انکے لیئے خدا سے بخشش مانگ خدا بخشش کرنیوالا مہربان ہے۔

عامہ تفاسیر مین لکہا ہے کہ اس آیت کے موافق آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتون سے فتح مکہ کے دن بیعت کی۔ امام **ابن الجوزی** نے فرمایا ہے کہ اُسدن جن عورتون نے

قال ابن الجوزی وجملة من احصی من المبایعات اذ ذاك اربعمائة وخمسون امرأة ولم یصافح فی البیعة امرأة وانما بایعهن بالکلام بهذه الآیة (فتح البیان)

نے بیعت کی ہے انکی تعداد چار سو پچاس ہوئی ہے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے زبانی اقرار لیا ہاتہہ سے ہاتہہ نہین ملایا۔

صحیح **بخاری** مین عبادہ بن صامت رض سے حدیث ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم

ان عبادة بن الصامت وکان شهد بدرا وهو احد النقباء لیلة العقبة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال وحوله عصابة من اصحابه بایعونی علی ان لا تشرکوا بالله شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تأتوا ببهتان تفترونه بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصوا فی معروف فمن وفا منکم فاجره علی الله ومن اصاب من ذلك شیئا فعوقب فی الدنیا فهو کفارة له ومن اصاب من ذلك شیئا ثم ستره الله فهو الی الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه فبایعناه

نے اصحاب کو جو اونکے گرد بیٹھے تھے فرمایا مجھسے ان باتون پر کہ خدا سے شرک نکرو زنا نکرو اور اولاد کو قتل نکرو بہتان نہ باندہو جسکو اپنے جی سے بناؤ اچھی بات مین نافرمانی نکرو بیعت کرو پھر جسنے اس بیعت پر وفا کیا اسکا اجر خدا پر رہا۔ جو ان کامون سے کسی کام کا مرتکب ہوا۔ اور اوسکو دنیا مین اسپر عذاب ہوا تو وہ اسکا کفارہ ہوگیا۔ اور جسنے کوئی ایسا کام کیا پھر خدا نے اسپر پردہ ڈالدیا تو وہ خدا کی سپرد ہے چاہے معاف کرے چاہے اسپر عذاب کرے۔ پس ہمنے (عبادہ

علی ذلک - (صحیح بخاری ص۷) بن صامت کہتے ہین) آپ سے ان باتون پر بیعت کی -

ان آیات و احادیث سے بیعت توبہ کی مشروعیت تو صاف ثابت ہے - مگر انکے جواب مین فریق ثانی سے بعض تو یہہ کہتے ہین - کہ یہہ وہ بیعت نہین ہے جو صوفیون نے نکالی ہے - اور ان مین مروج ہے - انکے جواب مین ہم اس سے زیادہ کچھہ نہین کہہ سکتے ہین - کہ گو بعض صوفیون نے اس بیعت پر بہت کچھہ زیادتیان کی ہین - اور بعض نے تو اسکی صورت ہی بدل دی ہے - مگر بعض صوفیون مین صرف اسی قدر ثابت و مسنون کا بہی رواج ہے - آؤ اسی کو مانو قدر زائد کو جانے دو - اور خذ ما صفا ودع ما قدر پر عمل کرو بعض ان آیات و احادیث کے جواب مین یہہ کہتے ہین کہ جس بیعت کا ان آیات و احادیث مین ذکر ہے وہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص اور آپکا خاصہ ہے عموماً مشروع نہین ہے - اور یہہ بہی وہ کہتے ہین کہ مشروع تو تھی مگر پیچھے کر منسوخ ہو گئی ہے انکے جواب مین (بوجہ محض فہمایش نہ بطور مباحثہ) ہم کہتے ہین کہ اولاً یہہ دونون دعوی (دعوی نسخ و دعوی خصوصیت) ایسے متباین و باہم متخالف دعوے ہین کہ ایکدوسریکا جواب ہو سکتا ہے - دعوی نسخ دعوی خصوصیت کا یون جواب ہو سکتا ہے - کہ منسوخ کہنا سابق مشروعیت عام کا اقرار کرنا ہے کیونکہ جو امر عموماً مشروع نہو وہ عموماً منسوخ نہین ہو سکتا - اور یہہ عین دعوی خصوصیت کا ابطال اور صاف اقبال ہے کہ وہ امر جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص کہا گیا ہے آنحضرت صلعم سے مخصوص نہ تھا بلکہ عام تھا -

دعوی خصوصیت دعوی نسخ کا یون جواب ہو سکتا ہے کہ ایک فعل کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص کہنا اسکے عام مشروعیت سے انکار کرنا ہے - اور یہہ اسکے عین عدم منسوخیت کا اقرار کرنا ہے - منسوخ وہ تب ہوتا - جب اُسکو عام مشروع مانا جاتا - اور خاص آن حضرت صلعم کے حق مین تو اسکے نسخ کا دعوی ہی نہین کیا گیا - عام لوگون کے حق مین منسوخ بتایا گیا ہے -

میرے بہائی نافی انصاف کرین تو اسی اپنے تناقض کے سبب اپنے دعاوے سے دست بردار ہو جاوین - اور ایک دعوی کو دوسرے کا جواب سمجھ لین **ثانیاً** اس دعوی نسخ و خصوصیت پر کوئی دلیل قائم نہین ہوئی - اور باتفاق اُمت محمدیہ جب تک کسی امر مشروع کے نسخ و خصوصیت پر کوئی دلیل ثابت ہو - اسکی عام مشروعیت سے انکار کرنا اور اُسکو مخصوص یا منسوخ کہنا جائز نہین ہے - مدعی نسخ و خصوصیت اپنے مخالف کو یہہ نہین کہہ سکتا کہ عدم نسخ و عدم خصوصیت پر وہ کوئی دلیل پیش کرے - اس لیے کہ باتفاق علماء اسلام بلکہ سائر ادیان اصل نصوص شرعیہ مین عدم نسخ ہے - اور نسخ ایک امر عارضی و طاری ہے جسکا ثبوت دلیل پر موقوف ہے ایسا ہی عدم خصوصیت احکام مشروعیہ مین اصل ہے کسی امر کی خصوصیت ثابت ہونے کے لیے دلیل مستقل کا ہونا ضروری ہے چنانچہ **قسطلانی وغیرہ** علماء نے بتصریح بہت جگہہ اپنی تصانیف مین بیان کیا ہے کہ عدم خصوصیت اصل ہے اور خصوصیت دلیل ثابت ہوتی ہے -

الاصل عدم الخصوصیۃ (قسطلانی ص ۵۴۳)
الفرضیۃ لاتثبت الا بدلیل " ص ۱۰۹۶

الحاصل اس باب مین بار ثبوت مدعی نسخ و خصوصیت پر ہے - مدعی عدم نسخ و عدم خصوصیت کے لیے کسی امر مین ورود نص کافی دلیل ہے - فریق ثانی ہمارے ان قواعد کو مانتے ہین - اسلیے وہ اپنے دعاوے نسخ و خصوصیت پر کچھہ کچھہ دلائل پیش کرتے ہین -

انکی عمدہ اور قوی دلیل (جس سے وہ کبھی نسخ نکالتے ہین - کبھی خصوصیت ثابت کرتے ہین) یہہ ہے - کہ یہہ بیعت توبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائی خلفاء راشدین وغیرہ صحابہ و تابعین نے نہین کی

ایک دلیل ان کی (جس سے وہ صرف خصوصیت نکالتے ہین) یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو اپنے اس فعل کی ترغیب نہین دلائی - اور اس باب مین قولی حدیث نہین آئی جسمین یہہ بیان ہو کہ خلفاء راشدین وغیرہ صالحین لوگون سے بیعت توبہ لیا کرین -

یہہ دلیل تو محض نہ کمی ہے چندان لائق بحث و جواب نہین ہے - کیونکہ اس دلیل کی

مہتمم بجز ایڈیٹر کوئی نہین ہے - اور ایڈیٹر کو اسکے متعلق بجز مضمون نگاری اور کسی کام کی فرصت نہین ہے - آیندہ ارادہ ہے کہ اسکا اہتمام کسی دوسرے شخص کی سپرد کیا جاویگا - پھر انشاء اللہ تعالی اسکی ترقی کو زور ہوگا - اس موجودہ ترقی بلاسبب خارجی سے ناظرین و خریداران کو یہہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ یہہ رسالہ بلحاظ مضامین نہایت بابرکت ہے - لہذا اسکی نہایت قدر کرنی لازم ہے - اور اسکی معاونت و اشاعت مین دلی کوشش ضروری ہے - کسی ایک آدہ کم فہم و پست ہمت خریدار کو انکاری ہوا دیکھکر اپنی ہمت کو ہار دینا مناسب نہین ہے ولیکن افسوس بعض لوگ اس ظاہری برکت مضامین اشاعۃ السنہ سے اب منکر ہین اور اسکے بعض مضامین کو دنیاوی مضامین یا غیر مفید یا مقرّرین سمجھنے لگے ہین - مگر وہ اس سمجھ و انکار پر کوئی سند و دلیل پیش نہین کرتے اور ان مضامین کے دلائل سے کسی آیت یا حدیث کی دلالت یا ثبوت پر کوئی علمی بحث نہین کرتے صرف راقم کی نیت دلی اور ارادہ قلبی سے غیبی خبر دیکر فرماتے ہین کہ ان مضامین کے لکھنے مین راقم کی نیت اچھی نہین ہے -

ایک صاحب مضمون "چھوٹے لڑکون کی شادی" کے اُن فقرات پر جنمین یہہ بیان ہے کہ فلان فلان سنت اسلام مسلمانون سے انگریزون نے چھین لی ہے - یہہ اعتراض کرتے ہین - کہ اسمین انگریزون کی خوشامد و تعریف مدنظر ہے

ایک صاحب مضمون کفار کی نوکری کی نسبت مجھے لکھتے ہین کہ اپنی اقوام غیر تالیف کے لیے خوب چلتا ہوا نسخہ نکالا ہے یعنی انگریزون کے خوش کرنے کو یہہ مضمون لکھا ہے -

ایک صاحب جوابات سوال کمیشن تعلیم کی اشاعۃ السنہ مین درج ہونے پر یہہ اعتراض کرتے ہین - کہ یہہ دنیاوی علوم کی نسبت سوال و جواب ہین - انکو دین سے کیا علاقہ - ؟

ایک صاحب نمبر ۱۶ اخبار مشیر قیصر مطبوعہ ۱۲ - اپریل ۸۳ء مین لکھتے ہین - کہ پہلے اسکے رسالہ اشاعۃ السنہ مین مسائل شرعیہ و جوابات نیچریہ درج ہوتے تھے اب تھوڑے عرصہ سے [illegible] کے حالات کہ فلان صاحب ممبر ہین - اور فلان تاریخ یہہ ہوا [illegible]

بنا ان پر ہے کہ فعل نبوی سند ہے اقتدا نہیں جب تک کہ اسکے ساتھ قول بھی شاہد و مؤید نہ ہو۔ سنت نبوی (جو واجب الاتباع ہے) کی تقسیم قولی۔ فعلی۔ تقریری بھی عبث ہے"۔ اور یہ تمام اصول کا فہ علماء اسلام محدثین و اصولیین کے مخالف ہیں۔ اور صریح منصوص کتاب و سنت سے مخالف ہیں۔

پہلی دلیل کا جواب فرق مثبت یہ دیتا ہے کہ خاص ہیئت توبہ و تقوے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین نے بھی لی ہے۔ یہ جواب صحیح ہو تو پھر کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا۔ مگر میں اس جواب کو صحیح نہیں سمجھتا۔ چنانچہ بمقام خطائی میں اسکی تفصیل کر دی گئی۔ اس لیے میرے نزدیک اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے قول یا فعل ثابت ہو جانیکے بعد ہمکو اس امر کی حاجت نہیں ہے۔ کہ ہم اسکے موافق کسی کا عمل تلاش کریں۔ آنحضرت صلعم کا قول و فعل بنفسہ خود حجت ہے۔ جو امر آنحضرت صلعم کے قول سے ثابت ہو۔ جب تک کوئی دلیل (جو ثبوت و دلالت میں اسکے مساوی ہو) اسکے نسخ و خصوصیت پر قائم نہ ہو وہ واجب العمل ہے۔ گو اسپر عمل کرنیوالا مشرق و مغرب میں کوئی نظر نہ آوے اور ہمکو وہ متروک و مہجور معلوم ہو۔ اسمیں ہمکو یہ سمجھنا چاہیے کہ نفس الامر میں ضرور کوئی نہ کوئی اس سنت کا قائل و عامل ہوگا گو ہمکو اس کا علم نہیں۔

امام نووی نے شرح مسلم میں حدیث صیام ستہ شوال کی شرح میں فرمایا ہے۔

وفیہ الحث علی صوم ھذہ الستۃ عقب رمضان وھو مذھب الشافعی واصحابہ واستحبہ احمد وداؤد وطائفۃ من السلف وکرھہ مالک وابو حنیفۃ وقال لم یر احد من فقھاء الامصار یصومھا وکرھوا ان یلحق برمضان ما لیس منہ وکرھہ بعض اصحابنا ان یصومھا متتابعۃ فی اول شوال (شرح مسلم)	امام شافعی اور اسکے ہم خیالوں سے۔ (جو صیام ستہ شوال کے قائل ہیں) یہ حدیث دلیل ہے۔ اور جب حدیث صحیح ہو تو کسی کو بعض لوگوں یا تمام لوگوں کے ترک کر دینے سے چھوڑا نہ جاوے

و حافظ ابن القیم نے فرمایا ہے چنانچہ اعلام الموقعین میں منقول ہے کہ مما خالفہ الصدر اسکا نام ہے کہ آن حضرت صلعم کے بات پر کسی کی بات اور رای کو مقدم نہ کیا جاوے

ان یعتبر ما قالہ او یعمل بہ او یجتہد	

به الرسول صلی الله علیه وسلم قول احد ولا
رأیه کائنا من کان وما کان بل ینظر فی صحة
الحدیث اولا فاذا صح نظر فی معناه ثانیا
فاذا تبین له لم یعدل عنه ولو خالفه
من بین الشرق والغرب ومعاذ الله ان
یتفق الامة علی ترک ما جاء به نبینا صلی
الله علیه وسلم بل لا بد ان یکون فی الامة
من قال به ولو خفی علیک فلا یحتمل جهلک
بالقائل به حجة علی الله تعالی ورسوله
صلی الله علیه وسلم فی ترکه بل اذهب الی
النص ولا تضعف واعلم انه قد قال
قائل قطعا ولکن لم یصل الیک علم هذا
مع حفظ مراتب العلماء وموالاتهم واعتقاد
حرمتهم وامانتهم واجتهادهم فی حفظ
الدین وضبطه - (ایقاظ)

کوئی بات ہو۔ اوکسیکی ہو۔ بلکہ پہلے صحت حدیث
کو دیکہا جاوے۔ پھر اگر صحیح ہو تو اُسکے معنے
کو خیال کیا جائے۔ جب وہ معلوم ہو چکے
تو اس سے عدول نکیا جاوے۔ اگرچہ مشرق سے
مغرب تک کے لوگ اسکے مخالف ہوں۔ اور
خدا کی پناہ ہے کہ تمام امت ترک حدیث پر
اتفاق کرلے۔ یہہ کبہی نہوگا۔ بلکہ کوئی نہ کوئی
امت مین اسکا قائل ہوگا۔ اگرچہ تجہپر اسکا حال
چہپا رہا۔ اور تیرا نہ جاننا اس قائل کو اللہ کے
سامنے اس حدیث کے ترک کرنیمین سند نہین ہوسکتا
ہے۔ پس حدیث کی طرف جا۔ اور ہمت نہ ہار۔ اور
جان لے کہ کوئی نہ کوئی اسکا قائل ہوگا۔ اگرچہ تجہے
اُسکا علم نہین۔ اور باوجود تیرے اس عمل بالحدیث
و ترک اقوال علماء کے ان علماء کی محبت و تعظیم مراتب
اور انکی امانت و اجتہاد کا اعتقاد دور نہین ہوتا۔

اسکے **مقابلہ مین** فریق ثانی یہہ کہتا ہے۔ کہ اصول حدیث مین کسی حدیث کے خلاف پر
اجماع پایا جانا اسکے منسوخ ہونیکی دلیل سمجہا گیا ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ بات اس اجماع
کی نسبت کہی گئی ہے۔ جو واقعی اجماع ہو۔ اور سند صحیح سے ثابت ہو۔ نہ ادعائی اور خیالی اجماع
کی نسبت جسکا ہر کوئی محض اپنی لاعلمی سے مدعی ہو جاتا ہے۔ وہ جب کسی اپنے خیالی مسئلہ کی
نسبت اپنے خیال کے مخالف کسیکو نہین پاتا تو جھٹ اس مسئلہ مین کہدیتا ہے لم ار فیه خلافا
فصار اجماعا۔ یعنی اس مسئلہ مین کسی کا خلاف نہین پایا پس یہہ اجماع ہوگیا ایسے دعوی

اجماع کو قائل کی لاعلمی کی دلیل سمجھتے ہیں۔ صحیح حدیث کی دلیل ہونے کو کوئی محدث و اصولی نہیں سمجھتا۔ حافظ ابن القیم نے اعلام الموقعین میں کہا ہے (پانچ صالح بن محمد طالقانی

وكانت فتواه رعيا لامام احمد رحمه الله على اصول خمسة احدها النصوص فاذا وجد النص اى الكتاب او السنة افتى بموجبه ولم يلتفت الى ما خالفه كائنا من كان الى ان ذكر مثلة لذلك ثم قال ولم يكن يقدمه على الحديث الصحيح عملا ولا راياً ولا قياساً ولا قول صاحب ولا عدم علمه بالمخالف الذي يتسميه كثير من الناس اجماعا ويقدمونه على الحديث الصحيح قد كان احمد من ادعى الاجماع ولم يتبع فقد نهى عن الحديث الثابت وكذلك الشافعي نص في رسالته الجديدة على ان تمام العلم فيه الخلاف فلا يقال له اجماع ولفظه ما لا يعلم فيه الخلاف فليس اجماعا وقال عبد الله بن احمد بن حنبل سمعت ابي يقول ما يدعي فيه الرجل الاجماع فهو كذب على من ادعى الاجماع فهو كاذب لعل الناس اختلفوا ما يدريه ولم ينته اليه فليقل لا نعلم الناس اختلفوا هذه دعوى

سے ان سے نقل کیا ہے) امام احمد کے فتوے پانچ اصول پر مبنی ہیں۔ ایک نصوص۔ ان کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی نص (آیت یا حدیث) کسی مسئلہ میں پاتے تو اسکے موافق فتوے دیتے۔ اور اسکے مخالف قول۔ اور اسکے قائل کی کچھ التفات نہ کرتے۔ خواہ کوئی ہو۔ اور کیسی ہی بات اسنے کہی ہو۔ اسکے بعد حافظ ابن القیم نے چند مثالیں (جنمیں امام احمد نے اجد صحابہ (خلفاء راشدین وغیرہ) کے اقوال مخالفہ کا لحاظ نہیں کیا۔ اور حدیث کے موافق فتوے دیدیے) ذکر کرکے۔ اسکے بعد فرمایا ہے۔ امام احمد حدیث صحیح پر کسی عمل اور رای و قیاس کو مقدم نہ کرتے۔ اور نہ کسی صحابی کے قول کو اور نہ کسی کے عدم علم مخالف کو جسکا بہت لوگ اجماع نام رکھ لیتے اور اسکو حدیث صحیح پر مقدم کرتے ہیں۔ امام احمد نے اس شخص کو جو ایسے اجماع کا دعوے کرے اور اسکو حدیث صحیح پر مقدم کرنے سے باز نہ آوے جھوٹا کہا ہے۔ ایسا ہی امام شافعی نے اپنے رسالہ جدید میں تصریح بیان کیا ہے۔ کہ اگر کسی

بشر المریسی والاصم ولکن یقول ولکن لا نعلم الناس اختلفوا ولم یبلغنی ذلک هذا لفظه ونصوص رسول الله صلی الله علیه وسلم عند الامام احمد وسائر ائمة الحدیث اجل من ان یقدم علیها توهم اجماع مضمونه عدم العلم بالمخالف ولو ساغ تعطلت النصوص وساغ لکل من لم یعلم مخالفا فی حکم مسئلة ان یقدم جهله بالمخالف علی النصوص فهذا هو الذی انکره الامام احمد والشافعی من دعوی الاجماع لا ما یظنه بعض الناس انه استبعاد لوجوده - (ایقاظ)

کسی کو علماء کا اختلاف معلوم نہو اسکو اجماع نہین کہا جاتا ہے - انکے بعینہ یہہ الفاظ ہین ما لا نعلم فیه الخلاف فلیس اجماعا (جسکا ٹھیک ترجمہ وہ ہے جو ہم بیان کر چکے ہین) امام احمد کے بیٹے عبد اللہ نے کہا ہے - مینے اپنے باپ (امام احمد) سے سنا آپ فرماتے جو ایسے اجماع کا دعوی کرتا ہے وہ جہوٹا ہے - شاید لوگون کا اسمین اختلاف ہو جسکا علم اسکو نہین پہنچا - اسکو یون بولنا چاہیے مجہے معلوم نہین - کہ لوگون کا اسمین اختلاف ہے یہہ بشر مریسی اور اصم کا دعوی ہے - ولیکن یون کہین کہ لوگون کا اسمین اختلاف ہے - مجہے معلوم نہین ہے - یہہ امام احمد کے الفاظ ہین - اور انکے اور باقی سبہی امامون کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بلند تر تہے - کہ اسپر اجماع کے وہم وگمان کو جسکا مضمون صرف مخالف کے حال سے لاعلمی ہے مقدم کیا جاوے - اگر یہہ امر جائز ہو - تو احادیث بیکار ہو جاوین اور ہر ایک کو جو کسی کو اپنے خیال کے مخالف نجانتا ہو یہہ جائز ہو جاوے کہ اپنی لاعلمی کو حدیث پر مقدم کرے - امام احمد اور شافعی نے اسی قسم کے اجماع کی تسلیم سے انکار کیا ہے - نہ یہہ کہ انہون نے وجود اجماع کو بعید سمجہا ہے جیسا کہ بعض لوگون کا خیال ہے -

امام ابن القیم فرماتے ہین (چنانچہ فلانی نے نقل کیا ہے) کہ جب یہہ طریق (لاعلمی کو اجماع بنا کر احادیث کے مقابلہ مین پیش کرنا) پیدا ہوا - تو اس سے نامعلوم اجماعون سے احادیث کا مقابلہ شروع ہوا - اور اس دعوی کا دروازہ کھلا

وحین نشأت هذه الطریقة تولدت عنها معارضة النصوص بالاجماع المجهول وفتح باب دعواه

وصار من لم یعرف الخلاف من المقلدین اذا احتج علیه بالقرآن والسنة قال هذا خلاف الاجماع وهذا هو الذی انکره ایمة الاسلام وعابوا من کل ناحیة علی من ارتکبه وکذبوا من ادعاه۔ (ایقاظ)

جب مقلدین مذاہب کے سامنے قرآن و حدیث سے استدلال قائم ہوئے۔ تو وہ یہہ کہنے لگ گئے کہ یہہ حدیث تو اجماع کے مخالف ہے۔ یہی اجماع (خیالی و وہمی) ہے جس سے ایمہ اسلام نے انکار کیا ہے۔ اور ہر طرف سے اسکے دعوی کرنے والون پر انہون نے عبث لگایا۔ اور ان کو جہوٹا کیا ہے۔

شاید اسپر **فریق** ثانی یہہ **اعتراض** کرے۔ کہ عدم نقل و عدم ثبوت کو تو علماء نے بہت مواضع مین سند ٹھرایا ہے۔ اور بہتیرے احکام کی مشروعیت کو اس عدم النقل کی دست آویز سے مٹایا ہے۔ (دور نجاؤ اپنے ہی اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ کو دیکھ لو۔ پھر تمنے عدم علم و ثبوت عمل بیعت بعد حضرت رسالت صلعم کو کیون بی اعتبار کر دیا۔ اسکا **جواب** یہہ ہے کہ اولاً تو یہہ دعوی عدم نقل و عدم ثبوت اس شخص سے زیبا ہے۔ جو ائمہ نقل سے ہو۔ یا وہ جو جس زمانہ کا حال وہ بیان کرے اسکے قریب قریب ہو۔ جس شخص کو متون صحاح بہی عبور نہو اور وہ زمانہ صحابہ و تابعین سے بارہ سو برس پیچھے پیدا ہوا ہو اسکا یہہ کہنا کہ فلان امر زمانہ صحابہ و تابعین مین ثابت نہین کیونکر لائق سند ہے۔

ثانیاً۔ اس عدم نقل کا اعتبار اس محل مین ہے۔ جہان صاحب شریعت سے کچھہ ثابت نہو اور ایک امر کی مشروعیت و عدم مشروعیت کا حال نص سے معلوم نہو۔ اس محل مین جب کوئی دلیل مشروعیت نہین ملتی تو ناچار بحکم براءۃ اصلیہ عدم اصلی اور عدم نقل اور عدم ثبوت کی طرف مراجعت کی جاتی ہے۔

اور اسمقام مین (جہان بحث ہے) تو نص صریح مشروعیت پر موجود ہے۔ اور جس محل سے ہمکو اسمقام مین بحث ہے اسمین تو نص صریح ایک امر کی مشروعیت پر پائی جاتی ہے۔ اس امر کا ابطال و خلاف اس قاعدہ سے ثابت کرنا۔ اور اسپر عدم وجدان

و عدم نقل کو دلیل ٹھہرانا کب جائز ہے - یہان تو یہہ عدم نقل و عدم وجدان و عدم ثبوت ایک مثبت دلیل کے مقابل ہے - اور اسکے مفاد منشا کے برخلاف ہے - اسلئے اس کا اعتبار جائز نہین ہے -

اس بات کو عام فہم طور پر یون بیان کیا جا سکتا ہے کہ علماء نے عدم نقل و عدم وجدان دلیل کا اعتبار تو کیا ہے - مگر اس محل مین جہان کوئی نص پائی نہ جاوے - اور اس باب مین کوئی حکم نص سے معلوم نہو - یہہ نہین کہا کہ کسی نص (قرآن و حدیث) پر عمل کرنا اس نص کے موافق کسی شخص کے عمل کرنے پر موقوف ہے - اور وہ عمل تلاش سے نہ ملے - تو یہہ نہ ملنا اسکے معدوم ہونے اور موجود نہونے پر کافی دلیل ہے - **بالجملہ** نص صریح کے خلاف اور مقابلہ مین عدم اصلی اور عدم نقل اور عدم وجدان - اور عدم ثبوت لائق اعتبار نہین ہے - اس **بات** کو بہی ہمارے بہائی نافی سوچین - اور انصاف سے ہمین غور کرین - تو اس سے بہی جھگڑا طی ہو سکتا ہے -

اب میرے خیال مین اور نافین کی تصانیف مین ایسا کوئی عذر لائق لحاظ باقی نہین رہا - جس سے آیات و احادیث بیعت توبہ سے بیعت کی سنیت و مشروعیت ثابت ہونے مین کوئی شبہ پیدا ہو سکے - یہہ مقدمہ **اولی** کا ثبوت ہے - اب **دوسری** مقدمہ کا ثبوت دیا جاتا ہے

مقدمہ ثانیہ (بلحاظ نتائج و بمقتضائی تبدل اسباب و علل امر مشروع کو باطل نکرنے) کے ثبوت پر دلیل یہہ ہے - کہ اگر بلحاظ نتائج و بمقتضائی تبدل و علل و اسباب احکام مشروعہ باطل و بیکار کیا جاوے - تو شریعت محمدی مین کم سے کم ایک حکم بہی ایسا باقی نہین رہتا - جو اس تعطل و تبدل کا معرض نہو - دور نجاؤ نماز و روزہ ہی کو دیکھ لو - اس سے بہی باوجودیکہ یہہ عمدہ شعائر اسلام سے ہین بد نتائج پیدا ہو سکتے ہین - اور ہو رہے ہین -

بہت نمازی ہین جو نماز سے بجز نمایش و ریا کچھہ مد نظر نہین رکھتے - جن کے حق مین

فویل للمصلین الذین هم عن صلوتهم ساهون الذین هم یراؤن ویمنعون الماعون ۵

خدا تعالی نے فرمایا ہے اون نمازیون کے لیئے خرابی یا جہنم ہے جو اپنی نمازون سے غافل ہین اور ریا کرتے ہین۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہت روزہ دار ایسے ہین جنکو اپنے روزہ سے بجز پیاس کے کچھ فائدہ نہین ہوتا۔ اور بہتیرے قائم اللیل (نمازی) ایسے ہین۔ جنکو اپنے قیام سے بجز بیخوابی کچھ نہین پہنچتا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم من صائم لیس له من صیامه الا الظمأ وکم من قائم لیس له من قیامه الا السهر۔ (دارمی)

بہتیرے نمازی ایسے ہین جو نماز کو چوری و بدکاری کا ذریعہ بناتے ہین۔ مسجد مین اس لیئے جاتے ہین۔ کہ جب امام اور اسکے مقتدی سجدہ کر جاوین تب وہ لوگون کی جوتیان اور کپڑے اٹھا کر لیجاوین۔ یا وہ مسجد مین جا کر کسی عورت کو جو نماز کے لیئے آوے یا مسجد کے کوئین سے پانی بھرنے جاوے دام مین لاوین۔ اور ان نتائج کی برائی مخفی نہین ہے۔ بہت نمازی ہین جو نماز کو برے طور۔ اور خراب کرکے پڑھتے ہین جسمین وہ کئی گناہون کے مرتکب ہوتے ہین جیسے وقت مکروہ مین پڑھنا۔ رکوع سجود ایسا جلد و ناتمام کرنا۔ جسکی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم صاف آچکا ہے کہ ایسی نماز نماز نہین ہے۔ پھر کیا ان بدنتائج اور خرابیون کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہین۔ کہ نماز پڑھنا۔ اور روزہ رکھنا موقوف کیا جاوے۔ کیونکہ لوگ اس سے بدنتائج نکالتے ہین۔ اور انکو ایسے طور پر ادا کرتے ہین جس طور سے وہ مشروع نہین ہین۔ مین نہین جانتا کوئی مسلمان ایسے امر کو تجویز کرے۔ اور بلحاظ ان نتائج و تبدل صورت نماز کے موقوفی نماز کا حکم دے۔ اسی نظر سے علماء اسلام صحابہ کرام وغیرہ عظام نے بہت مواضع مین احکام مشروعہ کو نہین بدلا۔ اور نہ اوٹھایا۔ باوجودیکہ ان احکام کا وہ حال نہ رہا تھا۔ جو ابتدا مشروعیت کیوقت انکا حال تھا۔ اور ان کا سبب مشروعیت۔ اور اسکا نتیجہ بھی بدل چکا تھا۔ اس کی

نظیرین بہت ہین۔ مگر ہم بخوف طوالت اس مقام مین دو مثالین کے ذکر پر اکتفا کرتے ہین۔

اول مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ حکم ہے۔ کہ اگر عورتین جماعت کے لیئے مسجد مین جانا چاہین تو انکو نہ روکو۔ اس حکم کا سبب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا دین تھا۔ اور اسکا نتیجہ اسوقت کا امن تھا۔ زمانہ حضرت رسالت صلعم کے بعد نہ وہ سبب رہا۔ نہ وہ نتیجہ عورتون مین وہ بیدینی کی باتین مروج ہوگئین جو مسجدون مین جانے سے ان کو مانع تہین۔ اور مسجدون مین جانے سے نتیجہ فساد پیدا ہونے کا خوف پیدا ہوگیا۔ تسپر صحابہ کرام نے اس حکم کو بلحاظ اس بدنتیجہ کے نہ اوٹھایا۔ اور حضرت عائشہؓ نے صاف فرمادیا کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود بذات شریف ہوتے اور عورتون کی ان باتون کو دیکھتے تو انکو مسجدون سے روک دیتے۔

لو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای ما احدثت النساء لمنعہن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل (مسلم ص ۱۸۳)

صاحب دراسات نے کہا ہے۔ کہ اس قول سے حضرت عائشہؓ نے جتایا ہے کہ ایک امر مسنون کو اسکی وجہ بدل جانے کے سبب اوٹھا دینا شارع ہی سے مخصوص ہے۔ اور یہہ اس حکم شرع کو منسوخ کرنا ہے اسپر آپکے سوای اور کوئی شخص جرات نہین کرسکتا۔

افادت ان الحکم بتبدیل السنۃ عند زوال العلۃ مخصوص بالشارع صلی اللہ علیہ وسلم وانہ فی معنی النسخ فلا یقدم علیہ احد (دراسات ص ۵۹)

اس بیان کی زیادہ تفصیل بنقل احادیث و اقاویل ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۲ مین کرچکے ہین۔ اس لیئے اسمقام مین اسکا اعادہ نہین کرتے۔ اور نہ یہہ ہماری عادت ہے۔

دوسری مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حج مین رمل کرنے کا حکم ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (جب آپ حدیبیہ کے دوسرے سال مکہ مین عمرہ کرنے کو آئے اور مکہ مین مشرکین تھے) فرمایا کہ بوقت طواف رمل کرو۔ یعنی پہلوانون کی طرح اکڑ کر اور زور دکھا کر چلو۔

[illegible] حکم کی وجہ یہہ تھی - کہ مشرکین مکہ جو انکو نجاست کے مارے ہوئے سمجھتے تھے) انکو حقارت سے نہ دیکھین - حضرت عمر کا وقت آیا تو انہون نے فرمایا کہ اب ہمکو اس رمل سے

[illegible] عمر ومالنا [illegible] رمل [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
(بخاری [illegible])

کیا کام ہے خدا نے مشرکین کو تو ہلاک ہی کر دیا ہے - تہم فرمایا یہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے ہم اسکو چھوڑنا پسند نہین کرتے

اس قول مین حضرت عمر نے یہی بتایا ہے کہ اگر اس حکم کا سبب اور نتیجہ جو بوقت مشروعیت اس حکم کے پایا گیا تھا - اب پایا نہین جاتا - تو ہم اس حکم کو اس لحاظ سے بدل اور اوٹھا نہین سکتے - اس مثال کی تفصیل احادیث و اقوال اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲ مین ہو چکی ہے - ان دو مثالون سے امید ہے ناظرین کو یقین ہوگا کہ نتائج و اسباب کی نظر سے احکام شرعیہ کو بدلا نا یا ہٹانا جائز نہین ہے - اس بیان سے بیعت کی مشروعیت و سنیت کی دلیل قائم و ثابت ہوئی

جواب فریق ثانی کی اس بدگمانی کا کہ اکابر مشائخ و اولیاء اللہ بھی اس بیعت مسنون پر نہ تھے - وہ سب بھی خطا کار و گنہگار تھے - اور ان منکرات و زیادتیون کے مروج رہے جنکی برائی ثابت ہو چکی ہے - سو اس مقام مین ہم اس سے زیادہ نہین دے سکتے کہ یہ عام بدگمانی بلا وجہ ہے - ان مشائخ مین ایسے متبعین و متشرعین بھی گذرے ہین جو ان زیادتیون کے مروج نہین ہوئے - اور اگر کسی خاص شخص کے قول یا فعل مین کوئی امر زائد از سنت پایا جاتا ہے تو اسمین نیک گمان بھی ہو سکتا ہے کہ اسنے یہہ امر بحالت ضرورت اور ایسی صورت سے کیا ہے - جس سے اسپر الزام خلاف شریعت یا بدعت عائد نہین ہو سکتا چنانچہ مولوی محمد اسمٰعیل علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے - جو صفحہ ۴۵ مین منقول ہوا -

یہہ گذارش خدمت فریق ثانی مین آخر کلام ہے جس سے عام مسلمانون سے خطاب پورا ہوا - اب خاص اس فرقہ اہل اسلام کے خدمت مین جو موحدین و متبعین سنت کہلاتے ہین

کچھہ گذارش کیا جاتا ہے

یہہ عام گفتگو جو بیعت پیری و مریدی کی نفی و اثبات مین بضمن خطاب عام اہل اسلام ہوئی اسکو بہی اس گروہ کی دونون فریق نافی و مثبت اپنے خطاب مین سمجہہ لین - اور سچ پوچھو تو اکثر باتین اس گفتگو کی ان ہی حضرات کی ہین -

علاوہ بران فریق نافی کی خدمت مین یہہ التماس ہے اگر ہمارے یہان اثبات سنیت بیعت سے انکی تسلی نہو - اور بیعت کے مسنون و مشروع ہونے مین انکو شبہ باقی رہے تو اس شبہ کا وہ موازنہ و اندازہ فرماوین - اور اسکے موافق اسکو وقعت دین اگر وہ شبہ ثبوت و یقین مین نص (آیت و حدیث) بیعت سے ہموزن و مساوی ہے - تو وہ اس شبہ کو آیت و حدیث بیعت کا ناسخ یا نسخ کی دلیل ٹھہراوین - ورنہ یہہ انصاف فرماوین کہ ایک ضعیف و کمزور شبہ آیت یا حدیث کا ناسخ و مبطل عمل کیونکر ہو سکتا ہے -

ہمنے مانا کہ بیعت تو بہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی یا تابعی سے پائی نہین گئی مگر یہہ امر اس بات کے یقین کا مثبت کہان ہو سکتا ہے - کہ وہ منسوخ ہو چکی تھی شاید ان عذرون اور سببون سے جو حضرت شاہ ولی اللہ نے قول جمیل مین بیان فرمائے ہین متروک ہوئی ہو - اور اگر وہ سبب سب کے سب ضعیف و ناقابل اعتبار ہین تو بہی ممکن ہے کہ اسکے متروک ہونے کا کوئی اور سبب قوی و لائق اعتبار ہو جسکو ہم اور آپ لوگ نہین جانتے -

کیا فریق نافی اس بات کا یقین رکھتے ہین کہ صحابہ و تابعین مین اس بیعت کے متروک ہونے کا بجز اسکے منسوخ یا آنحضرت صلعم سے مخصوص ہو جانے کے کوئی اور سبب نہ تھا - اور اس یقین پر وہ مباہلہ کر سکتے یا کوئی حلف† مغلظ اُٹھا سکتے ہین - جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنیت فعل بیعت پر مباہلہ کرنے اور حلف اُٹھانے کو ہم اور وہ حاضر ہین -

اگر وہ ایسا یقین نہین رکھتے جسپر وہ مباہلہ کر سکین یا حلف اُٹھا سکین تو پھر خدا کو اور موت کو

† جیسے حلف بالطلاق جو محدثین صحیح بخاری کی صحت پر تجویز کرتے ہین -

معتمد بجز ایڈیٹر کوئی نہین ہے - اور ایڈیٹر کو اسکے متعلق بجز مضمون نگاری اور کسی کام کی فرصت
نہین ہے - آیندہ ارادہ ہے کہ اسکا اہتمام کسی دوسرے شخص کی سپرد کیا جاویگا - پھر انشاء اللہ
تعالی اسکی ترقی کو زور ہوگا - اس موجودہ ترقی بلا سبب خارجی سے ناظرین و خریداران کو
یہہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ یہہ رسالہ بلحاظ مضامین نہایت بابرکت ہے - لہذا اسکی نہایت قدر کرنی
لازم ہے - اور اسکی معاونت و اشاعت مین دلی کوشش ضروری ہے - کسی ایک آدہ کم فہم
و پست ہمت خریدار کو انکاری ہوا دیکھکر اپنی ہمت کو ہار دینا مناسب نہین ہے ولیکن
افسوس بعض لوگ اس ظاہری برکت مضامین اشاعۃ السنہ سے اب منکر ہین اور اسکے بعض مضامین
کو دنیاوی مضامین یا غیر مفید یا مضر دین سمجھنے لگے ہین - مگر وہ اس سمجھہ و انکار پر کوئی سند و
دلیل پیش نہین کرتے اور ان مضامین کے دلائل سے کسی آیت یا حدیث کی دلالت یا ثبوت پر
کوئی علمی بحث نہین کرتے صرف راقم کی نیت دلی اور ارادہ قلبی سے غیبی خبر دیکر فرماتے ہین
کہ ان مضامین کے لکھنے مین راقم کی نیت اچھی نہین ہے -

ایک صاحب مضمون "چھوٹے لڑکون کی شادی" کے اُن فقرات پر جنمین یہہ بیان ہے
کہ فلان فلان سنت اسلام مسلمانون سے انگریزون نے چھین لی ہے - یہہ اعتراض کرتے
ہین - کہ اسمین انگریزون کی خوشامد و تعریف مدنظر ہے

ایک صاحب مضمون کفار کی نوکری کی نسبت مجھے لکھتے ہین کہ اپنی اقوام غیر تالیف کے
لیے خوب چلتا ہوا نسخہ نکالا ہے یعنی انگریزون کے خوش کرنے کو یہہ مضمون لکھا ہے -

ایک صاحب جوابات سوال کمیشن تعلیم کی اشاعۃ السنہ مین درج ہونے پر یہہ اعتراض
کرتے ہین - کہ یہہ دنیاوی علوم کی نسبت سوال و جواب ہین - انکو دین سے کیا علاقہ - ؟

ایک صاحب نمبر ۱۶ اخبار مشیر قیصر مطبوعہ ۱۲ - اپریل ۸۳ء مین لکھتے ہین - کہ پہلے اسکے
رسالہ اشاعۃ السنہ مین مسائل شرعیہ و جوابات نیچریہ درج ہوتے تھے اب تھوڑے عرصہ سے
میونسپل کمیٹی کے رسالات کہ فلان صاحب ممبر ہین - اور فلان تاریخ یہہ ہوا - درج ہوتے ہین -

اس سال مین ایک مضمون یہہ نکلا ہے کہ حکام انگریزی کے خوش کرنیکے لیئے جو وضع رکھی جاوے درست ہے - اس قسم کے مضامین کے ملکی اخبارات ذمہ دار ہین - آپ کا پرچہ تو مذہبی ہے پھر اوسکو دنیاوی معاملات سے کیا تعلق ہے -؟

پہلے صاحب کے جواب مین تو مین منجملہ بہت سے آیات و احادیث کے صرف ایک اُس آیت کو پیش **کرتا ہون** جسمین خداوند تعالی نے ابوسفیان کے جنگ عہد سے شکست کھا کر پھر مدینہ کیطرف لوٹ آنے کے قصد پر مسلمانون کو مشرکین کی جرأت و تحمل یاد دلا کر

ولا تهنوا في ابتغاء القوم ان تكونوا تألمون فانهم يألمون كما تألمون وترجون من الله ما لا يرجون (سورۃ النساء ۱۴)

كما تألمون في مثلكم ولا يجبنون عن قتالكم ما لا يرجون هم فانتم تزيدون عليهم بذلك فينبغي ان تكون ارغب منهم فيه (جلالین وغیرہ)

فرمایا ہے کہ تم انکے دہاوے مین کیون سست ہوتے ہو - تم زخمی ہو چکے ہو تو کیا وہ زخمی نہین ہوئے اور باوجود اسکے وہ سست نہین ہوئے اور تمکو اس لڑائی مین ثواب آخرت کی بہی امید ہے جو اُنکو نہین ہے - پہر بہی وہ لڑائی کو تیار ہین -

اور یہہ پوچہتا ہون کہ کیا خداوند تعالی کو بہی اس ذکر جرأت تحمل مشرکین سے انکی تعریف و توصیف مدنظر ہے - اگر وہ کہین کہ خداوند تعالی نے صرف مسلمانون کو جرأت دلانیکے لیئے مشرکین کے جرأت و تحمل کا ذکر کیا ہے - تو کہا جاویگا - کہ راقم کے اس بیان کو کہ فلان سنت مسلمانون سے عیسائیون نے چہین لی ہے - مسلمانون کو عبرت و شرم دلانے پر حمل کرنے سے کون مانع - اور اس بدگمانی پر کہ اس سے بجز تعریف انگریزون کے اور کچہہ مقصود نہین ہے - کون سی دلیل ہے جو قیامت کے دن چل سکے - اور خدا کے سامنے صحیح نکلے -

جو شخص اشاعۃ السنۃ پر عیسائیون کی خاطرداری و لحاظ کا بدگمان کرے - وہ اشاعۃ السنۃ مین عیسائیون کے مخالف مضامین (جیسے نمبر ۲ و ۳ جلد ۴ مین مضمون ولادت مسیح - اور نمبر ہذا مین مضمون قرآن کی اخلاقی تعلیم بمقابلہ انجیل) دیکہکر شرماوے - اور اپنی بدگمانی سے باز آوے

اشاعۃ السنۃ پر قومی ترقی کی ترغیب کے مضامین پڑھکر مسلمانون کی موافقت کا ال

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

در روز قیامت کو سامنے رکھ کر کہیں کہ اس بی یقینی دبی اطمینانی پر انکا ایک حکم قرآنی احکام
قرآن سے ثابت ہوتا ہے تہیں ہم کو منسوخ کہنا حلال ہے؟ - درنسخ شریعت شیعے جائز
ہے - اور کیا انکے بقیہ مذہب کے (جنہیں وہ اکثر اہل مذاہب کے مخالف ہیں - اور ان کے
سبب وہ عام مسلمانوں سے علیحدہ ہو گئے ہیں) بنا ایسے اصول پر قائم ہے؟ -
اور اگر وہ دل سے یقین سے اس بیعت کو منسوخ و مخصوص نہیں جانتے - صرف ان آفات دنیاوی
کے سبب جو کہ شاہ خاندانوں - اور بیعت خانوں میں اسوقت پائی جاتی ہیں - اس بیعت سے
منع کرتے ہیں تو اسکے مقابلہ میں اس بات کو سوچ لیں کہ ایک امر مشروع و ثابت کو بجا لانے سے
منع کے سبب سے کرنا جائز ہے - کیا جو تلخ بدمزاز میں لکھنے میں جو اوپر بیان ہوئے انکی
خرابی کو روک سکتے ہیں - اگر وہ ایسا ہی کرینگے تو انہیں اور مجھ میں کیا فرق رہے گا کہ
جو کہ شاہ حکام و اخبار ثابتہ و محققہ کو (صرف اس نظر سے کہ بعض اس سے بدتجیب فائدہ
اور دین اسلام میں خرابی ڈالینگے) نہیں مانتے - اور صاف کہتے ہیں کہ یہ حکم شریعت
میں وارد نہیں ہے یہ تو مفسرین یا محدثین وغیرہ علماء اسلام نے از خود گھڑ لیا ہے -
اور فریق مثبت کی خدمت میں یہہ التماس ہے - کہ وہ امر سنت
کو سنت سمجھ کر لیے آنکھ میں سرمہ لگانے اپنے آپ تو بہ و استغفار کرنے ہر فوقیت
دین اور ہر مکمو مناط و مدار حصول احسان عبادت و سامان عرفان قرار دین - اور ہر دیسی
رسم کو دور مسترد ٹھہراوین - جیسے اذان - و اقامت - و جماعت مستمرہ چلی آتی ہے
اور اسمیں دیگر خصوصیات رسمیہ کو جو خاندانی پیروں میں چلی آتی ہیں - جیسے باپ مرے
بیٹے کو اسکی جگہ گدی پر بٹھانا - یا تمام خاندان میں کسی ایک کو پیر سمجھنا
سب اس بیعت کے لیے مخصوص کرنا - وجود یکہ علم میں تقوے میں
اس سے بڑھ کر ہونے پر ہزار ہا بھی موجود ہوں - اور لوگوں کو اسکی بیعت و اطاعت کے لیے ہاتھ سے
دعوت کرے - جیسے خلیفہ وقت یا امام کی اطاعت کی طرف دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے

اس سال مین ایک مضمون یہہ نکلا ہے کہ حکام انگریزی کے خوش کرنیکے لیئے جو وضع رکھی جاوے درست ہے - اس قسم کے مضامین کے ملکی اخبارات ذمہ وار ہین - آپ کا پرچہ تو مذہبی ہے پھر اوسکو دنیاوی معاملات سے کیا تعلق ہے"-؟

پہلے صاحب کے جواب مین تو مین منجملہ بہت سے آیات و احادیث کے صرف ایک اُس آیت کو پیش **کرتا ہون** جسمین خداوند تعالی نے ابوسفیان کو جنگ عہد سے شکست کھا کر پھر مدینہ کیطرف لوٹ آنے کے قصد پر مسلمانون کو مشرکین کی جرأت و تحمل یاد دلا کر فرمایا ہے کہ تم انکے دہاوے مین کیون سست ہوتے ہو - تم زخمی ہو چکے ہو تو کیا وہ زخمی نہین ہوئے اور باوجود اسکے وہ سست نہین ہوئے اور تمکو اس لڑائی مین ثواب آخرت کی بہی امید ہے جو اُنکو نہین ہے - پہر بہی وہ لڑائی کو تیار ہین -

ولا تهنوا في ابتغاء القوم ان تكونوا تألمون فانهم يألمون كما تألمون وترجون من الله ما لا يرجون (سورہ نساء ع ۱۵) كما تألمون اي مثلكم ولا يجبنون عن قتالكم ما لا يرجون هم - فانتم تزيدون عليهم بذلك فينبغي ان تكون ارغب منهم فيه (جلالین وغیرہ)

اور یہہ پوچہتا ہون کہ کیا خداوند تعالی کو بہی اس ذکر جرأت تحمل مشرکین سے انکی تعریف و توصیف مد نظر ہے - اگر وہ کہین کہ خداوند تعالی نے صرف مسلمانون کو جرأت دلانیکے لیئے مشرکین کی جرأت و تحمل کا ذکر کیا ہے - تو کہا جاویگا - کہ راقم کے اس بیان کو کہ فلان سنت مسلمانون سے عیسائیون نے چہین لی ہے - مسلمانون کو عبرت و شرم دلانے پر حمل کرنے سے کون مانع - اور اس بد گمانی پر کہ اس سے بجز تعریف انگریزون کے اور کچہہ مقصود نہین ہے - کون سی دلیل ہے جو قیامت کے دن چل سکے - اور خدا کے سامنے صحیح نکلے -

جو شخص اشاعۃ السنہ پر عیسائیون کی خاطر داری و لحاظ کا بدگمان کرے - وہ اشاعۃ السنہ مین عیسائیون کے مخالف مضامین (جیسے نمبر ۲ و ۳ جلد ۴ مین مضمون ولادت مسیح - اور نمبر ہذا مین مضمون قرآن کے اخلاقی تعلیم بمقابلہ انجیل") دیکہکر شرماوے - اور اپنی بدگمانی سے باز آوے اور جو **شخص** اشاعۃ السنہ پر قومی ترقی کی ترغیب کے مضامین پڑہکر نیچریون کی موافقت کا الزام

لگا دیوے وہ اشاعۃ السنہ مین نیچریون کے مخالف مضامین (خصوصاً شاگذشتہ کے نمبر ۱۱ مین نکلا ہے) ملاحظہ مین لاکر اپنی بدگمانی پر پچھتاوے۔ اور جو شخص اشاعۃ السنہ پر مقلد ہو جانے یا مقتدین کی خوشامد کرنے کا گمان کرے وہ ضمیمجات اشاعۃ السنہ (خصوصا جلد ۲) کو پڑھے اور اپنے اس گمان پر شرم و افسوس کرے۔ او خدا تعالیٰ سے ڈرے۔ باقی صاحبون کے جواب مین یہہ آیت بہی کافی ہے۔ اور جو کیفیت سالانہ سالگذشتہ مین لکھہ چکا ہون وہ بہی وافی۔

علاوہ بران انکے جواب مین کچھہ اور بہی کہنا مناسب سمجھتا ہون جو تینون صاحبون کے اعتراضات کا جواب ہے وہ یہہ ہے۔ اشاعۃ السنہ مین اسوقت تک کسی سیونی سپل کمیٹی کے حالات مذکورہ بالا بیان نہین ہوئے۔ اور کسی پرچہ مین یہہ مضمون بہی نکلا کہ حکام کے خوش کرنیکے لیئے جو فہم رکہی جاوے جائز ہے۔ بلکہ اسکا خلاف نمبر ۱ جلد ۶ صفحہ ۳۸۸ مین موجود ہے۔ اور مسائل مہر غیبہ اور جوابات نیچریہ تو اسکے اخیری پرچون مین ہی موجود ہین۔ دیکہو نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ جلد ۶ جو اخیری پرچہ ہین انہین نیچریون کی نسبت سوال و جواب اور شادی خترکی موقعہ پر برایتون اور عالم لوگون کی دعوت کے مسائل موجود ہین۔

پہر مین نہین سمجہتا کہ میرے دوست و ناصح نے کس بنا پر یہہ مضمون شکایت لکھہ مارا۔ شاید انجمن ہمدردی اسلامی کے حالات اور اسکے ممبرون کی فہرسات انہین درج ہوتی ہین۔ اگر میرے دوست و ناصح انکو سیونی سپل کمیٹی کے حالات سمجہتے ہین۔ تو پہر مجہے اونکی فہم پر شکایت نہین ہے۔ وہ معذور ہین۔

انجمن ہمدردی کے حالات و کیفیات کو کوئی دنیاوی معاملات سمجہے تو وہ بہی معذور ہے انجمن ہمدردی اسلامی ترقی دین کا وہ آلہ ہے کہ اگر وہ اپنے کمال کو پہنچا تو کس و ناکس خود دیکہہ لیگا کہ اس سے دین اسلام کو کیا فائدہ پہنچا ہے۔

انجمن ہمدردی ہی ایک وہ آلہ ہے جسکے ذریعہ سے مختلف مذہب اسلام کا باہم اتحاد و التیام

پیدا ہونا متوقع ہے۔

(۳) انجمن ہمدردی ہی وہ آلہ ہے جسکے ذریعہ سے متفق علیہ علوم و مسائل مختلف مذاہب اسلامیہ کا مدرسہ عنقریب قائم ہونے کی امید ہے۔

(۳) انجمن ہمدردی ہی ایک آلہ ہے جو مسلمانوں کو دینی علوم حاصل کرنیکا ذریعہ بنا دیگا۔ اسکے مدرسہ مین دنیاوی علوم کا پڑھنا دینی علم کے پڑھنے سے مشروط ہوگا۔

(۴) انجمن ہمدردی ہی ایک آلہ ہے جس سے عام غریب مسلمانون کو کوچہ ذلت و افلاس سے قدم نکالنے کا موقعہ ملے گا۔

ایسی انجمن کی حالات اگر اس غرض سے کہ لوگ اسکی عہدہ کارروایان پڑھکر یا سنکر اسمین شریک ہون اور اسکی عزت و قدر کرین۔ اشاعۃ السنہ مین چھاپے جاوین تو اسکو دنیاوی معاملات کون کہہ سکتا ہے؟

جوابات سوالات کمیشن تعلیم جو اسمین درج ہوئی ہین انکا دین اسلام اور اشاعۃ السنہ سے تعلق اور انکو نقل کرنیکی غرض نمبر ۶ جلد مین تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔ اس نمبر کے مطالعہ کے بعد (امید ہے) کسی کو شک نہوگا کہ ان جوابات کو دین اسلام سے تعلق نہین ہے۔

کفار کی نوکری کا مضمون صرف اہل اسلام کی ذلت و تباہی حالت دیکھکر کمال ہمدردی و دلسوزی سے لکھا گیا ہے۔ اور اسکا ثبوت آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے بکثرت اقوال علما و محدثین و مفسرین دیا گیا ہے۔ ان مستدلات مین کم سے کم ایک بھی ایسی بات نہین ہے جسمین ایڈیٹر کی ذاتی اجتہاد کو دخل ہو۔ اور علما سلف و خلف نے وہ بات نہ کہی ہو۔ پھر اس مضمون کی نسبت کوئی معترضانہ اور فقیہانہ اعتراض نکرنا صرف راقم کی نیت کا قصور و فتور تجویز کرنا ہے (معترض خود ہی خیال کرین) کیا معنے رکھتا ہے۔

الغرض اشاعۃ السنہ بزعم خود جو کچھ لکھتا اور بیان کرتا ہے اسمین بجز اظہار مسائل شرعیہ کچھ پیش چشم نہین رکھتا۔ اسکے دعوی کا فیصلہ کرنا اور اسکی دلی نیت و خیال پر قطعی حکم لگانا خداوند تعالی کا

کام ہے جو دلون کا خالق اور خیالون اور نیتون کا واقف ہے - ناظرین و سامعین ان امیال و مباحث کو للاہیت و نیک نیتی پر مبنی سمجھین خواہ مذہبی و مذہبی و حکام وقت کی خوشامد طلبی پر مبنی قرار دین - ہر ایک کام اچھا ہو خواہ برا دونون قسمون کی نیت نیک و بد سے ہو سکتا ہے - پھر کسی شخص پر یہہ گمان کر لینا کہ اُسنے وہ کام نیتی سے کیا جس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جسکا تمکو یقین نہو اُسکے پیچھے مت لگو کان اور دل سبھی سے سوال ہوگا - اور فرمایا کہ ایمان والو بہتیری بُری گمانون سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہی ہوتے ہین - (یعنی جو خلاف واقع نکلے) اور فرمایا مومنون نے جب وہ بات سنی جی مین نیک گمان کیون نہ کیا - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - (برے) ظن سے بچو ظن (بد) بڑی جھوٹی بات ہے -

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا (بنی اسرائیل ع ۴)
یا ایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم - (حجرات ع ۲)
لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہم خیرا — (نور ع ۳)
ایاک والظن فان الظن اکذب الحدیث (صحیح بخاری ص ۹۱۶)

اس بدگمان کو اگر خداوند تعالیٰ قیامت کے دن پوچھیگا تو نے اس کام مین بدظنی کا گمان کیون کیا تھا - تو اُسکو بادلیل جواب ثبوت دینا مشکل ہو جاویگا - اور حسن ظنی (جو ہمیشہ ہی کر لیگا تو اُسپر سوال و مواخذہ نہوگا - میں اس ناصح دوست اور جملہ ناظرین و سامعین کی خدمت مین یہہ بھی التماس کرتا ہون کہ میرے ان پرچون کو غور سے خود دیکھکر جو فتوی میری نیت و دل پر چاہین لگائین - بن دیکھے بن پڑھے سنی سنائی باتون پر سوء ظنی کے ساتھ فتوی نہ لگاوین - شاید مولوی شاعر اللہ خان (جو غم معترض) غیر مفید یا مضر مضامین کے کے مواخذہ سے اپنی نیک نیتی کے سبب چھوٹ جاوے - اور وہ لوگ سوء ظنی کے مواخذہ مین پھنس جاوین - پھر اُلٹے لینے کی دینی آوین - زیادہ تر یہہ التماس اُن لوگون کی خدمت مین ہے جو مقدس اور پاک لوگ ہین - اور اپنے آپ کو دیندار و متقی و پرہیزگار